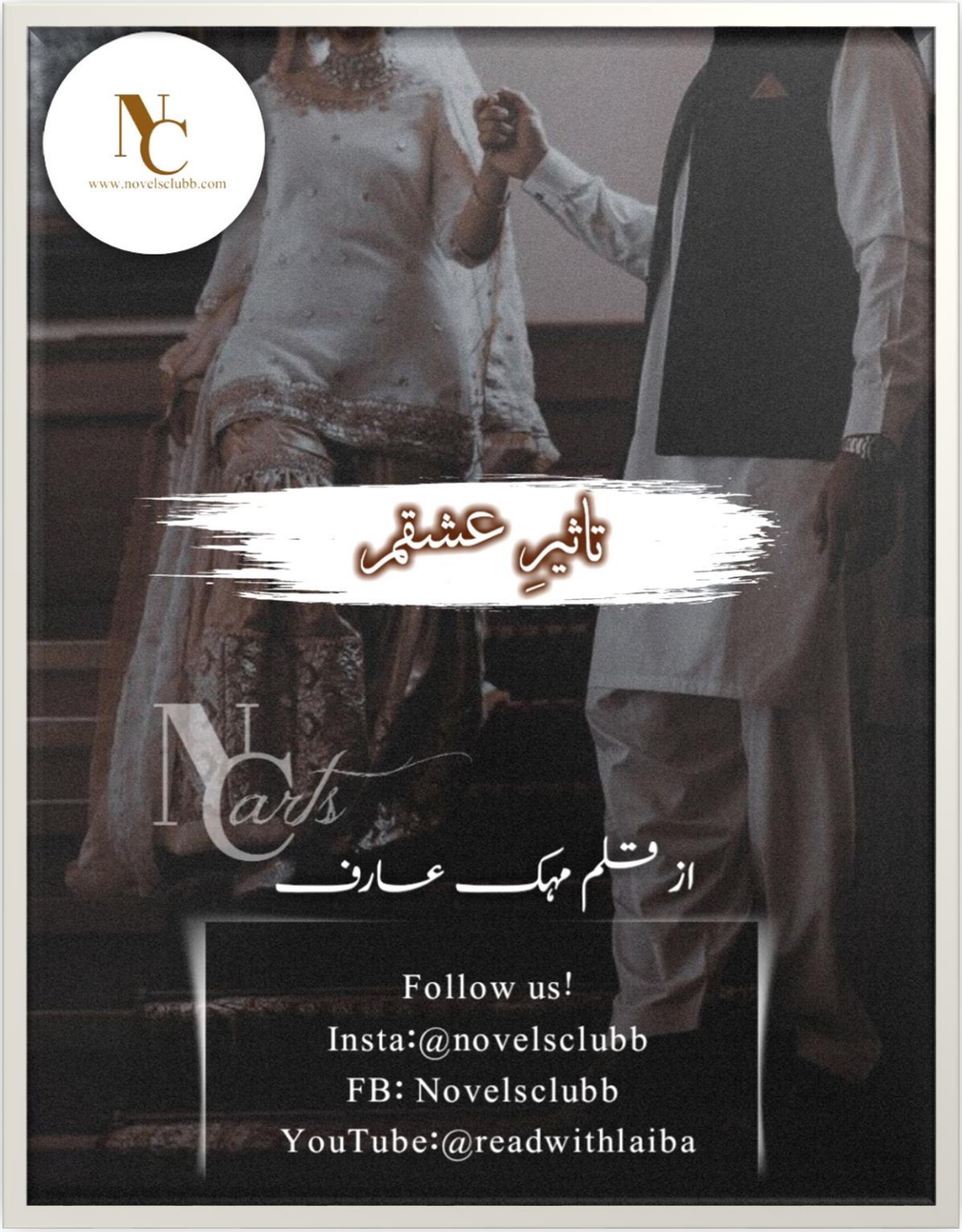
www.novelsclubb.com
تاثیرِ عشقم
Arts
از قلم مہک عارف
Follow us!
Insta:@novelsclubb
FB: Novelsclubb
YouTube:@readwithlaiba

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری، ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842

تاثیرِ عشقم

از قلم

مہک عارف

www.novelsclubb.com

ناول:تاثیرِ عشقم

از قلم: مہک عارف

باب نمبر:7

'وہ کہاں جائے؟'دوست کے پیچھے یا اپنی محبت کے لیے یہیں رک جائے۔ فیصلے کا وقت نہیں تھا۔جیا سکندر کا توازن بگڑا وہ لڑکھڑائی اور اس سے پہلے کہ وہ زمین بوس ہوتی بالاج سکندر نے اسے نرمی سے تھام لیا تھا۔وہ بالاج سکندر کی بانہوں میں جھول گئی۔آنکھیں بند ہو گئیں۔آنسو تھم گئے۔بالاج سکندر کا دل رک گیا۔ہر شے کی طرح ساکت اور ساکن۔

وہ اپنی محبت کے لیے رک چکا تھا۔محبت ہی انسان کو روک لیتی ہے۔بالاج کے بھی پیروں میں بیڑیاں ڈل گئیں۔کیا واقعی؟

اگلے چند لمحات میں وہ جیا سکندر کے کمرے میں سینے پر بازو باندھے پریشان کن نظروں سے ڈاکٹر کو اس کا معائنہ کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

"پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے مسٹر سکندر۔ شدید ٹینس اور کمزوری کے باعث یہ بے ہوش ہوئی تھیں۔ آپ کو ان کا بہتر خیال رکھنا ہو گا۔ ان شاءاللہ بہت جلد یہ صحت یاب ہو جائیں گی۔" ڈاکٹر نے اپنی سناتے ایک چٹ پر چند ادویات کے نام گھسیٹے۔ پھر وہ چٹ بالاج کی جانب بڑھائی۔ اس کی نظریں جیا پر ٹکی ہوئی تھیں۔ وہ اب تک بے ہوش تھی۔ بقول ڈاکٹر کے وہ کچھ گھنٹوں تک مکمل ہوش میں آ جائے گی۔

www.novelsclubb.com

"آئیں میں آپ کو باہر تک چھوڑ دیتا ہوں۔" بالاج نے ڈاکٹر کا بیگ تھامتے اپنے قدم کمرے سے باہر نکالے۔ وہ بھی اس کی تقلید میں چلتی ہوئیں باہر نکل گئیں۔ اب وہاں محض جیا سکندر رہ گئی تھی۔

بالاج کی واپسی اگلے چند منٹوں میں ہوئی۔ وہ جیا کے قریب ایک جانب آ بیٹھا۔ بہت غور سے اسے دیکھتے ہوئے بالاج کو پہلی مرتبہ خود پر افسوس ہوا۔ کیا وہ مرد معافی کے قابل تھا۔ نہیں جیا اگر اسے ساری زندگی معاف نہ کرتی تو بھی وہ حق بجانب تھی۔

"میں ہر شے کا ازالہ کر دوں گا جیا۔ آئندہ کوئی دکھ یا درد تمہارے پاس آنے سے پناہ مانگے گا۔" اس نے جیا کی پیشانی سے بال ہٹائے۔ اس کے چہرے پر معصومیت تھی۔ کچھ دیر مزید وہ وہاں بیٹھا آج ہوئے واقعے کو سوچتا رہا۔ دماغ اور دل جنگ برپا کر رہے تھے۔ اگر ماہیر سکندر زندہ تھا تو وہ لاش کس کی تھی جو آج سے اٹھارہ سال قبل انہیں ثبوت کے طور پر دکھائی گئی۔ وہ تو اسے دیکھ ماہیر کے انتقال کی نشاندھی کر چکے تھے۔

لیکن اس کا انتقال کبھی ایک جہاں سے دوسرے جہاں ہوا ہی نہ تھا۔ وہ تو آج بھی زندہ تھا۔

www.novelsclubb.com

دوستی دیمک کی طرح ہوتی ہے۔یہ آہستہ آہستہ انسان کے جذبات اور احساسات کو چاٹ جاتی ہے اور آخر میں انسان اندر سے کھوکھلا ملتا ہے جسے دنیا خود غرض اور سنگدل کہہ کر رد کر دیتی ہے۔

وہ بھی دوستی میں ہر حد پار کر گیا تھا۔اگر اسے رتی برابر معلوم ہوتا کہ اس کا جگر اس دنیا میں سانسیں بھر رہا تھا تو وہ اسے پاتال سے بھی ڈھونڈ نکالتا۔

اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ اس نے خود کو ان سب سے کیوں چھپایا۔؟کیوں اس نے اپنے عزیز از جان رشتوں کو اپنی دائمی جدائی کے غم میں تڑپایا؟ وہ کہاں تھا اتنے سال۔؟ان تمام سوالات کے جوابات اسے صرف ماہیر سکندر ہی دے سکتا تھا۔لیکن وہ اب اسے کہاں ڈھونڈے۔؟وہ تو جا چکا تھا۔

"ایک بار ملو تم ماہیر سکندر تمہیں تو میں سارے رشتے یاد دلاؤں گا۔"اس کے ہاتھوں کی انگلیاں جیا کے بالوں میں گردش کر رہی تھیں۔اس کے بال بہت ریشمی

اور ملائم تھے۔وہ انہیں چھونے سے بھی ڈرتا تھا۔ تبھی چند ایک بال اس کی انگلیوں کے ناخن میں پھنس گئے۔وہ خیالات کی دنیا سے باہر نکلا۔اگلے ہی پل اس کے دماغ میں جھماکہ ہوا۔وہ تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔جیاپر کمفرٹر درست کرتا وہ اسی تیزی سے باہر نکلتا چلا گیا۔اسے معلوم ہو چلا تھا۔لاعلمی کے عذاب سے نجات مل چکی تھی۔

اٹھارہ سال بیتے نہیں تھے بلکہ بالاج سکندر نے انہیں گزارا تھا ہر اس یاد ہر اس بات کے ساتھ جو ماہیر سکندر سے جڑی تھی۔

---

www.novelsclubb.com

وہ دونوں آگے بڑھتے جا رہے تھے اور تمام آرام گاہیں مجسم بنی انہیں تاک رہی تھیں۔دفعتاً ملک ایک آرام گاہ کے قریب رک گیا۔ڈر و خوف سے زرد ہوتے وہاج ملک کے قدم اس کے ساتھ ہی تھم گئے۔اس نے ملک کے تعاقب میں دیکھا۔وہاں ایک تختی لگی ہوئی تھی۔

'ندیم دارا

'آخری آرام گاہ'

وہاج سانس لینا بھول گیا۔اسے نہیں معلوم پڑتا تھا کہ اپنی زندگی کے تئیس سالوں میں کبھی وہ یوں تڑپا تھا۔جو تڑپ اب اس کے دل میں اٹھی اس کا سامنا وہ زندگی میں پہلی بار کر رہا تھا۔اس کے دونوں ہاتھ خالی تھے اس کے سامنے موجود قبر میں پڑا وہ شخص بھی خالی ہاتھ تھا۔انسان دنیا سے لے کر ہی کیا جاتا ہے؟

وہ ایک دم سے زمین پر گھٹنوں کے بل گرا۔آنکھوں میں خوف کی جگہ دکھ اور کرب نے لے لی۔وہاج کا ہاتھ دھیرے سے قبر کی مٹی پر گردش کرنے لگا۔مٹی تازہ تھی۔ٹھنڈی اور نم۔

ملک نے ارد گرد نگاہ دوڑائی وہاں ہر جانب ایسی ہی قبریں تھیں۔سفید اور بھوری۔انہیں سب سے پورا قبرستان بھرا ہوا تھا۔ہر جانب ایک سی آرام گاہیں۔ملک کا ذہن انہیں میں ڈوبتا چلا گیا۔

چند روز قبل:

وہ ہسپتال کا منظر تھا۔ ملک ندیم کے قریب بیٹھا تعجب سے اسے دیکھ رہا تھا۔ جو اس کے جواب کا منتظر نظر آتا تھا۔

"میرا باپ کہاں ہے بھائی۔؟" وہ دوبارہ بولا۔ ملک نے ہونٹ بھینچ لیے اور جب وہ بولا تو آواز میں سرسراہٹ تھی۔ ایسی ہی ایک سرسراہٹ ندیم کو اپنی ریڑھ کی ہڈی میں سرائیت کرتی محسوس ہوئی۔ وہ بول رہا تھا۔

"تم کیوں جاننا چاہتے ہو اس شخص کے متعلق؟ کیا اس لیے کہ وہ شخص تمہارا باپ تھا یا اس لیے کہ تم اس کا انجام جاننا چاہتے ہو؟ کیا تمہیں یہ سن کر خوشی ہو گی کہ تمہارا باپ وہ جو گناہوں کے دلدل میں پور پور دھنس چکا تھا آج اس دنیا میں نہیں ہے۔ اس کی چلتی سانسیں سالوں پہلے ہی دم توڑ چکی ہیں۔" ندیم کے چہرے پر کرب ابھرا پھر اسے اپنے سینے کے بائیں جانب درد اٹھتا محسوس ہوا۔

"کیا میرا باپ مر چکا ہے؟" اس کی آواز میں لرزش تھی۔

"ہاں تمہارا باپ مر چکا ہے ندیم۔ آج سے بہت سال پہلے وہ اپنے اصل انجام کو پہنچ گیا تھا۔" ملک اٹھ کھڑا ہوا وہ ندیم کو تکلیف میں نہیں دیکھ پا رہا تھا۔ وہ چلتا ہوا کھڑکی کے پاس آ کر رک گیا۔

"اسے میں نے نہیں مارا تھا ندیم۔ وہ اپنی موت آپ مرا تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ پہلے وہ جہانداد ملک کے ہاتھوں کتے کی موت مرتا لیکن میرے ہاتھوں میں اسے ایک عزت دار جنازہ نصیب ہوا تھا۔ جس کی چاہ شاید ہی اس نے کبھی کی ہو۔" وہ سنجیدہ نظر آتا تھا۔

"میرے سوال کا مطلب ہرگز وہ نہیں تھا بھائی۔ میں جانتا تھا کہ میرا باپ آپ کے پاس تھا لیکن وہ مر چکا ہے یہ مجھے ابھی معلوم ہوا۔ خیر برائی کا دنیا سے اٹھ جانا ہی بہتر ہوتا ہے۔ موت اس کا نصیب تھی وہ تو سب کا نصیب ہوتی ہے۔ کل آپ کی جان بچانے کا مقصد آپ کے احسانوں کا بوجھ تھا جو آپ نے مجھ پر اور میری ماں پر کیے۔ میں جانتا ہوں کہ بغیر کسی آمدن کے میری ماں کیسے اکیلے رہا کرتی تھی اور یہ

بھی جانتا ہوں کہ میرے اتنے مہنگے کالج کے اخراجات کیسے اور کس کے ذریعے پورے ہوتے تھے۔ مجھ سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں رہ سکا تھا۔ میں جب اپنی ماں کے چل بسنے کے بعد پاکستان لوٹا تو معلوم ہوا کہ وہ عظیم شخص کون تھا۔ جہانداد ملک کی غلامی میرا مقصد تھی۔ اور میرا دوسرا مقصد...." وہ ایک دم خاموش ہوا۔ آنکھیں تکلیف سے بند ہونے کے در پر تھیں۔

"وہاج ملک کو حاصل کرنا تھا۔" ملک نے چونکتے ہوئے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔ یہ بات اس کے لیے نئی تھی۔

"میں سمجھا نہیں۔؟"

www.novelsclubb.com

"وہاج ملک جہانداد ملک کی اولاد نہیں ہے بھائی وہ لڑکا میرے باپ کی ناجائز پیداوار ہے۔ وہ شخص میرا بھائی ہے۔ اس کی رگوں میں میرے باپ کا خون دوڑتا ہے۔ میں اپنا پورا خاندان گنوا چکا تھا اپنے بھائی کو نہیں چھوڑ سکتا تھا۔" ملک کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔ لب اوہ کی صورت سکڑے۔ وہاج جہانداد ملک کا بیٹا

نہیں یہ تو وہ جانتا تھا لیکن وہ ندیم کا بھائی اور سلیم کا بیٹا ہو سکتا ہے یہ بات اس کے علم میں نہ تھی۔ در حقیقت اس نے کبھی وہاج ملک کے بارے میں جاننے کی کوشش ہی نہیں کی تھی۔

"اور تمہارا تیسرا مقصد صوفیہ ابراہیم کی قید سے رہائی تھا۔ کیوں؟" ملک نے استفسار کیا۔

"میرا باپ ایک وفادار دوست اگرچہ نہیں تھا لیکن وہ غلامی بہت وفا کے ساتھ نبھاتا تھا۔ اس کے ابراہیم داؤد کے ساتھ تعلقات بہت پرانے اور دوستانہ تھے۔ وہ اپنی غلامی میں ہر حد سے گزر گیا یہاں تک کہ صوفیہ ابراہیم کو اذیت دینے کا باعث بھی بنا۔ لیکن وہ ہمیشہ اپنی اس غلطی پر شرمسار رہا تھا۔ اسے ہمیشہ سے ابراہیم داؤد سے ہمدردی رہی تھی۔ مومن ابراہیم کی زمہ داری آپ کو سونپنے کا بھی اسے میرے باپ نے کہا تھا بے شک وہ آپ سے بے خبر نہ تھا۔" ندیم بول رہا تھا اور ملک کی پہیلیوں کی گتھیاں خود بخود سلجھتی جا رہی تھیں۔ وہ سارا گیم سمجھ رہا تھا۔ وہ ہمیشہ خود

کو شطرنج کا پیادہ سمجھتا آیا تھا لیکن اس میں بادشاہ جہانداد ملک تھے۔ جسے شہ مات صرف اس کی ملکہ دے سکتی تھی۔ ملکہ یعنی اس کے وفادار۔ اس کا دل چاہا وہ قہقہہ لگا کر ہنسے۔

"مجھے درد ہو رہا ہے بھائی۔" ندیم کراہا۔ ملک تیر کی تیزی سے اس کے قریب آیا۔ وہ اپنے سینے کو مسل رہا تھا۔

"ندیم ندیم... کہاں درد ہو رہا ہے؟ فکر نہیں کرو تمہیں کچھ نہیں ہو گا۔ میں تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا۔" ملک کو اپنے الفاظ کھوکھلے معلوم ہو رہے تھے۔

"میری ایک آخری خواہش پوری کریں گے بھائی۔؟" اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کے ساتھ امید تھی۔

آئی سی یو مانیٹر پر ہارٹ ریڈنگ مدھم ہوتی جا رہی تھی۔ ایک دم بڑھ جاتی اور پھر سے مدھم۔

"ندیم حوصلہ کرو اور مجھے بتاؤ کیا چاہتے ہو تم۔؟"

"میرے بھائی کو معاف کر دیجیے گا بھائی۔ وہ گناہگار ضرور ہے لیکن وہ اس گناہ کا مرتکب نہیں جسے لوگ گناہ کبیرہ کہتے ہیں۔" وہ بول رہا تھا۔ ملک نے ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچیں۔

"اس نے آپ کی بہن کے ساتھ برا کیا بہت برا کیا۔ لیکن وہ اس کا گناہگار نہیں ہے۔ وہ غلط تھا اور غلطیاں انسانوں سے ہوتی ہیں۔ اس کی غلطی کو معاف کر کے راہ راست پر لانا آپ..کا..کام.....ہے.....بھائی!" ندیم کی آنکھیں بند ہوتی گئیں۔ اس نے سر کو جھٹکنے کی کوشش کی لیکن وہ ناکام رہا۔ ندیم نے خود کو آسمان اور زمین کے درمیان معلق پایا۔ آخری الفاظ جو اس کی سماعت میں اترے وہ ملک کے تھے۔ وہ اسے جھنجھوڑ رہا تھا۔ اس سے کسی شے کا وعدہ کر رہا تھا لیکن اس کا جسم ٹھنڈا پڑتا گیا۔

"ندیم۔" ملک دھاڑا۔ جس وقت مومن ابراہیم کمرے کے اندر داخل ہوا تب تک ہسپتال کے اس کمرے میں موجود وہ مریض دم توڑ چکا تھا۔ ملک اس پر جھکا اسے جھنجھوڑ رہا تھا۔

مومن کی آنکھوں میں آنسو بھرنے لگے۔ کاش وہ اس شخص کا شکریہ ادا کر پاتا جس نے اس کی ماں کو جہانداد ملک جیسے ظالم دیو کی قید سے رہائی دلوائی تھی۔

"بھائی ہی از ڈیڈ۔" مومن نے ملک کو پیچھے کی جانب دھکیلا۔ وہ بے یقینی سے ندیم دارا کے ساکت و جامد وجود کو دیکھ رہا تھا۔ روح بھی جسم سے وفادار نہیں ہوتی، ادھر جسم ٹھنڈا پڑا اور ادھر روح پرواز۔

www.novelsclubb.com

"بھائی۔" مومن نے اس کا سکتہ توڑا۔ وہ نفی میں سر ہلاتا پیچھے کی جانب بڑھتا گیا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ آج تاریخ دوہرائی جائے گی۔ چند سال پہلے اس کے باپ نے بھی ملک کے ہاتھوں میں اپنی جان دی تھی۔ بہت سے راز اسے تھمائے تھے اور آج ان کا بیٹا بھی دنیائے فانی سے کوچ کر گیا تھا۔

اس نے ڈاکٹرز کو اندر آتے دیکھا۔وہ مومن کو ہدایات دے رہے تھے۔پھر انہوں نے سفید چادر سے ندیم دار اکا وجود ڈھک دیا۔اس کی آنکھیں تا قیامت بند ہو کر رہ گئیں۔

موجودہ دن:

"بھائی۔" وہاج کی آنکھوں سے گرم سیال بہنے لگا۔رندھی ہوئی آواز نے ملک کو حال میں پٹکا تھا۔وہاج اس قبر کی پائنتی پر سر ٹکائے ہوئے تھا۔بلک بلک کر رونے کی آواز ملک کے اعصاب جھنجھوڑنے لگی تھی۔

"انجام دیکھ رہے ہو اس کا۔" ملک اس کے کندھے کے قریب آ کھڑا ہوا۔

"کسی دن تمہارا اور میرا انجام بھی یہی ہو گا۔" اس کی آواز سرد تھی۔کوئی اتنے سفاک الفاظ بھی بول سکتا ہے۔

"میرے خاندان کا آخری فرد بھی آج نیست و نابود ہو گیا۔ یا اللہ میں کیا کروں۔؟" اس کی آواز نم تھی اور آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

ملک نے افسوس سے اسے دیکھا۔ افسوس انسان کو کہیں کا نہیں چھوڑتے۔

"تمہاری زندگی اس وقت جس دوراہے پر آ کھڑی ہوئی ہے وہاج ملک اسے تم نے چننا ہے۔ مختلف راستوں میں سے کسی ایک راستے کو چننے والے تم خود ہو گے وہاج۔ کیوں کہ زندگی ایک بار ہی ملتی روز روز تو مواقع ملتے ہیں۔" وہاج کے آنسو ایک پل کے لیے تھم گئے۔ اس کی ساری حسیات ملک کی جانب متوجہ ہوئیں۔

"تم چاہو تو زندگی کو ایک نئے موڑ پر لا سکتے ہو۔ ایک نئے انداز میں جی سکتے ہو۔ یہ تمہیں دوبارہ نہیں ملے گی سو اسے جینا سیکھو۔" ملک نے فیصلے کا اختیار وہاج پر چھوڑا۔ وہ ندیم کی آخری خواہش پوری کر رہا تھا۔ وہ وہاج کو ہدایت دے رہا تھا آگے وہ خود جانے۔

"اور بدلہ۔؟" وہ بولا۔

"یہ کبھی ختم نہیں ہو گا وہاج۔ بدلے جنم لیتے ہی کبھی نہ ختم ہونے کے لیے ہیں۔ان کی چاہ آپ کا یا دشمن کا اختتام ہے اختتام یعنی موت۔(پھر قبر کی جانب اشارہ کیا) کسی مرے ہوئے شخص کی آخری خواہش کا احترام کرنا چاہیے تمہیں۔"اس کے بعد وہ رکا نہیں بلکہ جینز کی پاکٹ میں ہاتھ ڈالے لمبے لمبے ڈگ بھرتا ان آرام گاہوں سے نکلتا چلا گیا۔

وہاج نے دوبارہ اس قبر کو دیکھا۔وہاں سویا وجود اس کے خاندان کا آخری حصہ تھا جو آج ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آرام کی نیند سویا پڑا تھا۔

"انتقام کا جنون مجھے ختم کر دے گا بھائی۔ لیکن میری دعا ہے کہ ہمیں برباد کرنے والے اپنے انجام کو پہنچ جائیں گے۔ میں وہاج ملک آج اس پل سے خود کو بدلتا ہوں۔ میں اپنی گزری تمام تر زندگی سے دستبرداری حاصل کرتا ہوں۔ میری خواہش اب سے جینے کی ہے۔اور میں اپنی زندگی جیوں گا۔" وہ ہاتھ جھاڑتا اٹھ کھڑا

ہوا۔اس وقت جو اس کے دماغ میں پہلا خیال آیا وہ جیا سکندر کا تھا اور اس کے بعد عالیہ جعفری۔

"مومن!"صوفیہ ابراہیم کی تیز آواز پر وہ دونوں دروازے کی جانب متوجہ ہوئے۔بسمہ آگے بڑھتی ان کے سینے سے جا لگی۔انمول حیرت سے آنکھیں پھیلائے معمالات سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"کیا تماشا لگا رکھا ہے تم نے مومن۔ساری غیرت بیچ کھائی ہے جو ایک لڑکی پر ہاتھ اٹھا رہے ہو۔؟"ان کی آواز تیز تھی۔مومن کے دماغ کی شریانیں کھولنے لگیں۔بسمہ کی وجہ سے اس کی ماں اس سے بد ظن ہو رہی تھی۔

"جانتی نہیں ہیں آپ اسے ایک نمبر کی مکار لڑکی ہے یہ اور اصل تماشا تو تب لگے گا جب بھائی کے پچھلے آٹھ سال کی محنت بیچ چوراہے پر روندی جائے گی۔"مومن کی بات پر انمول کے کان کھڑے ہوئے لیکن وہ اصل بات سے انجان تھی۔

"اور خدا کی قسم اگر ایسا کچھ ہوا تو مومن ابراہیم کا وحشیانہ روپ دیکھو گی۔" وہ انگلی اٹھائے اسے وارن کر رہا تھا۔ بسمہ نے ڈر کے مارے اس کی طرف دیکھا۔ سفید رنگت میں سرخیاں گھل رہی تھیں۔ چیک شرٹ پسینے سے شرابور تھی۔ ماتھے پر بھی پسینے کی بوندیں چمک رہی تھیں۔

"مومن میں ایسا نہیں چاہتی تھی۔ میری پوری بات۔۔۔" وہ بمشکل کچھ بولنے لگی لیکن اس کے الفاظ مومن کی تیز آواز تلے دب گئے۔

"ایسا نہیں چاہتی تھیں؟ کیا میں تم پر یقین کر لوں جس نے میرے بھائی کو ٹھیس پہنچانے کی کوشش کی؟ تمہارا باپ ایک غدار تھا اور تم غدار کی بیٹی غدار۔"

"بس کر دو مومن۔ مزید کتنا ذلیل کرو گے اسے۔ اگر غلطی ہو گئی ہے اس سے تو لڑنے کی بجائے سوچ بچار سے اس کا حل تلاشو۔" صوفیہ ابراہیم آگے ہوئیں۔

"غلطی اس سے نہیں ہم سے ہوئی ہے۔ اس کو تحفظ دینے کی غلطی ہوئی ہے ہم سے۔ کوئی اپنے محسن کے احسانوں کو یوں ملیامیٹ کرتا ہے؟ ارے پوچھیں اس سے

کس چیز کی کمی دی ہے اسے جو یہ ہمارے تمام احسانات کا بدلہ یوں چکا رہی ہے۔"اس بار آواز مدھم تھی۔انمول نے کینہ توز نگاہوں سے مومن کو دیکھا۔وہ آنکھوں میں شعلے بھڑکائے بسمہ کو گھور رہا تھا۔ممکن تھا کہ وہ جھلس کر ہلاک ہو جاتی۔

"اس کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔یہ اس قابل ہی نہیں کہ اسے عزت دی جائے۔دور ہو جاؤ میری نظروں سے۔"مومن نے نفی میں سر ہلاتے ایک ہاتھ سے سر کھجایا۔وہ شدید ڈپریسڈ نظر آتا تھا۔

"اتنا اوور ریئیکٹ کرنے کی ضرورت نہیں ہے تمہیں۔کہاں جائے وہ تمہاری نظروں سے دور ہو کر۔"انمول کی آواز نے مومن کا دھیان اپنی جانب مبذول کرایا۔

"کہیں بھی چلی جائے۔لیکن اس گھر سے چلی جائے میں اس کا وجود مزید برداشت نہیں کر سکتا اس گھر میں۔"مومن نے گہری سانس کھینچی۔

"اور تم کون ہوتے ہو اس بات کا فیصلہ کرنے والے کہ اس گھر میں کون رہے گا کون نہیں۔؟ یہ اپارٹمنٹ میرے شوہر کا ہے۔" وہ دو فقروں میں بہت بڑی بات جتا گئی تھی۔ مومن کے سر کھجاتے ہاتھ رک گئے۔ صوفیہ ابراہیم اور بسمہ شارق نے انمول کو دیکھا۔ وہ اپنی نگاہیں مومن پر جمائے ہوئے تھی۔ مومن کچھ کہنے لگا پھر سر جھٹک گیا۔

اس نے اپنے قدم دروازے کی جانب بڑھائے۔ وہ اس کو کوئی جواب نہیں دینا چاہتا تھا لیکن وہ اس کے کندھے کے قریب رک گیا۔ نظریں گھما کر اس کی جانب دیکھا۔ چہرہ البتہ بے تاثر اور سیدھا تھا۔

www.novelsclubb.com

"آپ کے شوہر سے پہلے یہ اپارٹمنٹ میرے بھائی کا ہے لیکن میں آپ کی خواہش کا احترام کروں گا۔ ایک آخری بات کہ سولہ سال پہلے انمول ملک جس مومن سے ملی تھی' وہ ایک غلام تھا' لیکن میں نہیں۔ اپنا حکم اپنے پاس رکھیں۔" کہتا وہ آگے بڑھ گیا۔ انمول نے لب کاٹے۔ یہ بات اگر ملک کو پتا چل گئی تو۔؟ لیکن وہ جانتی

تھی مومن ابراہیم کبھی یہ بات ملک تک نہیں پہنچائے گا۔کندھوں سے بوجھ ہٹ گیا تو وہ بھی دروازے سے ہٹ گئی۔

"ماما۔میں نے ایسا کچھ نہیں کیا جس سے سر کو نقصان پہنچے۔"بسمہ کا لہجہ اب بھی روندھا ہوا تھا۔صوفیہ ابراہیم نے اس کی پیٹھ سہلاتے اسے پچکارا۔

"بس بیٹے چھوڑ دو اس بات کو اور بھول جاؤ کہ آج کچھ ہوا تھا۔"بسمہ نے ہچکی بھرتے اثبات میں سر ہلایا۔

"لیکن وہ مجھ سے ناراض ہو گیا ہے۔"اس نے نیا مسلہ پیش کیا۔صوفیہ ابراہیم مسکرا دی۔

www.novelsclubb.com

"ایک لفظ ہے 'سوری' جسے کہنے والا چھوٹا یا بڑا نہیں ہو جاتا۔معافی مانگ لینی چاہیے اور مجھے یقین ہے میرے بیٹے کا دل سمندر سے بھی بڑا ہے۔"انہوں نے پل میں مسلے کا حل تلاشا۔بسمہ کچھ مطمئن ہوئی۔لیکن اسے ملک کے غصے کی پریشانی لاحق ہو رہی تھی۔کیا وہ بھی اس پر مومن کی طرح غصہ کریں گے۔

بھری شام میں اس پارک کے بیلوں سے سجے گیٹ پر کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ نووارد آگے بڑھتا گیا۔ اس نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔ وہ جگہ بدل گئی تھی۔ بدل تو بہت کچھ گیا تھا۔

کبھی کبھی وقت کا بدلنا انسانوں کے بدلنے سے زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔ لیکن جذبات کا کیا؟ وقت بدل جاتا ہے انسان بدل جاتے ہیں لیکن جذبات نہیں بدلتے۔ وہ ازل تا ابد تک ایک سے رہتے ہیں۔

وہ شخص آگے بڑھتا آیا۔ پھر وہ ایک جگہ آکر تھم گیا۔ متلاشی نگاہوں سے ادھر سے ادھر دیکھا اور پھر اس کی نگاہیں کسی شے پر آکر رک گئیں۔ اس نے تشکر بھری سانس خارج کی۔ مسافر کو منزل نظر آگئی تھی۔ اٹھارہ سال بعد بھی اسے یاد تھا کہ انہیں کہاں ملنا ہے۔

وہ اس پارک میں بنے ایک سنگی بینچ پر بیٹھا ہوا تھا۔ خشک ہوا سرسراتی ہوئی اس سوگوار مرد کو چھو کر گزر رہی تھی۔ وہ گہری سوچوں میں گم حال سے بہت دور تھا۔ اور پھر ہوا میں اسے کسی عزیز از جان کی خوشبو محسوس ہوئی۔ اس کا پورا وجود برف بن گیا۔

وہ اس روز کو تصور کرتا آیا تھا لیکن آج اس تصور کا حقیقت کا روپ دھارنا اس کا وجود پتھر کر گیا۔ وہ ہاتھ گود میں رکھے نگاہیں جھکائے بیٹھا رہ گیا۔ کسی کی آمد کی آواز قریب آتی گئی۔ پھر اسے اپنے سامنے اس شخص کی پرچھائی دکھی۔ اس کا دل سینے میں اتل پتل ہونے لگا۔ اس نے اس پرچھائی کے تعاقب میں دیکھا۔ وہی گوری رنگت بھورے بال اور سنہری آنکھیں اس کے سامنے کھڑا سفید و سیاہ میں ملبوس وہ شخص بالاج سکندر تھا۔ ان دونوں دوستوں نے ایک دوسرے کو ڈھونڈ لیا تھا۔ کھیل ختم ہوا۔

www.novelsclubb.com

اسے معلوم تھا ایک دن اس سے اس چھپن چھپائی کے کھیل کی بابت استفسار ہو گا اور اسے جواب دینا ہو نگے لیکن اسے اپنا وجود مجرم لگنے لگا۔

"محبت خوش قسمتی ہے ماہیر اسے آزمانا نہیں چاہیئے۔" تصوف تھا یا نصیحت ماہیر اندازہ نہیں کر سکا۔ بالاج کی نگاہیں اس پر ٹکی ہوئی تھیں۔ مجرم نے صفائی کے لیے لفظ تلاشے لیکن اس کا ذہن خالی تھا۔ ساری دلیلیں، تمام توجیہات جو اس نے سوچ رکھی تھیں وہ بیکار گئیں۔ وہ اپنے دوست کے سامنے سر جھکائے ہوئے تھا۔

'وہ مجرم تھا اس کے پاس دلیل نہیں تردید تھی۔'

www.novelsclubb.com

ماضی:

اس دن وہ صاحب ملک کے ہاتھوں میں اپنا سات سالہ بچہ دے کر گئے تھے۔ جس کا نام مومن ابراہیم تھا۔ ملک کو نہیں معلوم تھا اسے کیا کرنا چاہیے وہ پندرہ سالہ لڑکا

خود اپنے دشمنوں کے در پر پل بڑھ رہا تھا۔ وہ کیسے اسے اپنے ساتھ رکھ لیتا۔ یہی سوچ کر اس نے مومن ابراہیم کو کوچ کے حوالے کر دیا۔ اور خود گھر واپس لوٹ گیا۔ وہ اتنی بڑی ذمہ داری نہیں سنبھال سکتا تھا۔

وہ جس وقت گھر لوٹا اس وقت تک شام ہو چکی تھی۔ اندھیرا پھیلنے میں ابھی وقت تھا اور یہ خوبصورت وقت انمول ملک کا ہوتا تھا۔ وہ روز اس وقت لان میں ہوتی تھی۔ کبھی شائستہ بی کے ساتھ ٹینس کھیلتی ملتی تو کبھی تتلی بنی پھولوں کے درمیان ملتی۔ وہ کافی دیر وہاں کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ آج وہ کھیل نہیں رہی تھی بلکہ خاموش سی لان میں رکھی کرسی پر بیٹھی تھی۔ ملک کو اس کا اتنے آرام سے بیٹھنا جیسے کھٹکنے لگا تھا۔ وہ چلتا ہوا اس کی کرسی کے پیچھے آ کھڑا ہوا۔ اور پھر اس کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔

"بھاؤ۔" وہ ایک دم اس کے سامنے آیا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ ڈر جائے گی لیکن وہ نہیں ڈری۔

www.novelsclubb.com

"ہئے چھوٹا پٹاخا۔"اس نے انمول کو متوجہ کرنے کے لیے اس کے چہرے کے سامنے ہاتھ ہلایا۔انمول کا سکتہ ٹوٹا۔پھر اس نے ملک کی جانب دیکھا۔اس کی آنکھوں میں سرد سا تاثر تھا۔

"کیا ہوا۔؟"اس نے پوچھا۔

"آج میرا برتھ ڈے ہے۔"وہ دوبارہ اسی پوزیشن میں واپس بیٹھ گئی۔ملک نے سر کو خم دیا۔اسے کبھی بھی انمول کا برتھ ڈے یاد نہیں رہا تھا بلکہ جب اسے معلوم ہوتا وہ اس روز گھر دیر سے آتا تھا۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ جہانداد ملک کی نفرت کے عوض وہ انمول کا برتھ ڈے اسپائل کرے۔

www.novelsclubb.com

"کیا ماموں تمہارا برتھ ڈے سیلیبریٹ کرتے ہیں؟"ملک نے سوال داغا۔

"ماں ہوتیں تو ضرور کرتیں۔"انمول کے حلق سے گھٹی گھٹی آواز نکلی۔یقیناً وہ رونے والی تھی۔لیکن کیا وہ اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ سکتا تھا؟

وہ وہاں سے ہٹ گیا۔انمول کو محسوس ہوا کہ وہ وہاں نہیں ہے۔اس کا دل دکھا۔مزید کچھ نہیں تو وہ اسے "ہیپی برتھڈے" تو کہہ ہی سکتا تھا۔

"ہیپی برتھڈے۔" کچھ ہی دیر بعد اس کی آواز ابھری۔انمول نے چونک کر اپنے پیچھے دیکھا۔اور پھر اس کا ہاتھ اپنے سر پر رکھی جانے والی چیز کی جانب گیا۔

"کیسا لگا۔؟" ملک نے استفسار کیا۔

"بیوٹیفل۔" وہ سفید موتیے کے پھولوں سے بنا وہ تاج اپنے ہاتھوں میں اٹھائے دیکھ رہی تھی۔وہ بہت خوبصورت تھا۔اور اس کی خوشبو بہت دلفریب تھی۔

"کیا یہ میرے لیے ہے۔؟" اس نے تصدیق چاہی۔ملک اسے اتنا پیارا تحفہ کیسے دے سکتا تھا۔

"ہاں میری طرف سے یہ تاج ایک خوبصورت شہزادی کے لیے ہے۔" انمول مسکرا رہی تھی۔وہ بھی مسکرا دیا۔

"اور تم کون ہو۔؟میرے شہزادے۔؟"دس سالہ لڑکی نے اس سے ہنس کر پوچھا۔ملک ساکت رہ گیا۔

"نہیں۔میں کوئی شہزادہ نہیں ہوں۔"اس نے خود کو کہتے سنا۔اور پھر وہ اپنے کوارٹر کی جانب بڑھ گیا۔

"اسے کیا ہوا۔؟"انمول نے تعجب سے اسے جاتے دیکھا۔اور پھر اس تاج کو ناک کے قریب کیے اس کی مسحور کن خوشبو اپنے اندر اتاری۔

اگلے چند دن وہ اس مومن نامی وجود سے بھاگتا رہا تھا۔اس کا باپ اسے یہاں چھوڑ کر کہاں گیا،کسی کو کچھ خبر نہ تھی۔اور پھر وہ اسے مزید فراموش نہیں کر پایا۔

"تم اسکول جاتے ہو؟"وہ اس دن مومن ابراہیم سے پوچھ رہا تھا۔سات سالہ مومن نے زور و شور سے اثبات میں سر ہلایا۔

"لیکن اب نہیں جارہا۔" وہ توتلی زبان میں بولا۔ سات سال کی عمر میں بھی اس کی زبان کی لکنت نہیں گئی تھی۔

"چلو اس پیر سے تم دوبارہ اسکول جاؤ گے۔" ملک نے اسے انفارم کیا۔

"سچ۔؟" چھوٹے مومن کی آنکھوں میں امید کی کرن تھی۔

"مُچ۔" ملک کو اس کی آواز خوبصورت لگی۔ وہ خود بھی بہت خوبصورت تھا۔ اسے مومن ابراہیم میں اپنا آپ دکھنے لگا۔ بن ماں باپ کے وہ دونوں تنہا تھے۔ انہیں سہارا بننا تھا ایک دوسرے کا مضبوط سہارا۔

اور پھر ملک کے اکثر اوقات دن رات اسی کلب میں گزرنے لگے تھے۔

ادھر انمول ملک سارا دن اس کا انتظار کرتی گزار دیتی لیکن وہ تھا کہ آتا ہی نہیں تھا اور اگر کبھی بھولے سے وہ گھر میں قدم رکھ بھی لیتا تو انمول کو اگنور کر کے آگے بڑھ جاتا۔

"بابا ملک بہت برا ہے۔" ڈائننگ ہال میں رات کا ڈنر سرو کیا جا رہا تھا جب انمول ملک کی آواز ابھری۔

"وہ بد سے بھی بدترین ہے انمول۔" جہانداد ملک نے مسکرا کر جواب دیا۔ انمول کا چہرہ مزید اتر گیا۔

"وہ مجھ سے بات نہیں کرتا اب۔ مجھے اگنور کر دیتا ہے۔" وہ بارہ سال کی ہو چکی تھی لیکن انداز اب بھی وہی تھے۔

"تمہیں اس سے بات میں اتنی دلچسپی کیوں ہے۔؟" جہانداد ملک نے کانٹا پلیٹ میں رکھتے اس کے چہرے کو غور سے دیکھا۔ وہ چمچ کی مدد سے پلیٹ میں رکھے چاول بکھیر رہی تھی۔

"وہ بھی تو ہمارے گھر کا فرد ہے نا بابا سائیں اس لیے مجھے اس سے بات کرنا اچھا لگتا ہے۔" انمول کے جواب پر جہانداد ملک کے آئیبرو ناپسندیدہ انداز میں اکھٹے ہوئے۔

"گھر کے فرد گھر کے اندر رہتے ہیں۔ سرونٹ کوارٹرز میں محض نوکر رہا کرتے ہیں اور ملک بھی ہمارا ملازم ہے۔ آئندہ یاد رکھنا۔" جہانداد ملک نے چبا چبا کر لفظ ادا کیے۔

"لیکن وہ تو۔۔"

"میں نے کہہ دیا ناں۔" ان کی آواز تھوڑی سخت تھی۔ انمول سہم گئی۔ وہ ان کے اگلے وار کی متلاشی تھی۔ اس کی ماں نے اس کے باپ کے ساتھ بدتمیزی کی تھی جس کی وجہ سے وہ ماری گئی تو کیا وہ اسے بھی یونہی۔۔۔ انمول جھرجھری لے کر رہ گئی۔

www.novelsclubb.com

"آج کے بعد تم اس سے بات نہیں کرو گی اور نہ ہی میں تمہیں سرونٹ کوارٹرز کی طرف جاتا دیکھوں مائنڈاٹ۔؟" کھانا کھایا جا چکا تھا۔ وہاں سے جانے سے پہلے جہانداد ملک انمول کو نصیحت کرنا نہیں بھولے تھے جس پر انمول نے دھیرے سے سر ہلا دیا۔

وہ بھی عام دنوں کی ایک شام تھی۔انمول اپنی اسکیچ بک لیے لان کی ٹھنڈی گھاس پر بیٹھی تھی۔پینسل کی نوک مہارت کے ساتھ سفید ورق پر اپنا رنگ بھر رہی تھی۔جب داخلی دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ملک اندر داخل ہوتے چوکیدار کو سلام کر رہا تھا۔پھر اس نے اپنے پیچھے کسی کو اشارہ کیا۔کیا اس کے ساتھ کوئی اور بھی تھا؟انمول نے سوچا۔سر مزید اونچا کر کے دیکھا۔

نیلے رنگ کی ٹی شرٹ پہنے ایک دس گیارہ سالہ لڑکا اندر داخل ہوا۔وہ کافی شرمیلا سا لگتا تھا۔اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔ملک اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتا آگے بڑھ گیا۔اور یہیں انمول ملک کو موقع ملا تھا۔

نیلا رنگ اس کا پسندیدہ تھا لیکن اسے یہ رنگ صرف خود پر ہی اچھا لگتا تھا۔نیلا یعنی آسمان کا رنگ۔وہ اس رنگ کو آزاد سمجھتی تھی۔آسمان کی طرح آزاد اور لامحدود۔یہ رنگ اسے اڑنا سکھاتا تھا۔

"کون ہو تم۔؟" وہ ایک دم اس کے سامنے آئی تھی۔ مومن نے رک کر اس لڑکی کو دیکھا۔ عمر کے حساب سے وہ کوئی چودہ پندرہ سال کی لڑکی تھی۔ جینز اور ڈھیلی سی شرٹ میں ملبوس۔ سیاہ بال جو کندھوں سے نیچے تک اسٹیپس میں کٹے ہوئے تھے۔

"آپ کون ہیں؟" مومن نے جواباً پوچھا۔

"یہی تو میں پوچھ رہی ہوں کہ تم کون ہو۔؟" انمول نے اسے سر تا پیر دیکھا۔

"میں؟ میں انسان ہوں۔" اترا کر جواب دیا۔

"ظاہر ہے دو ٹانگوں پر جانور تو چلنے سے رہا۔ اب بتاؤ تمہارا نام کیا ہے؟" اس نے طنز کیا۔

"میرا نام مومن ابراہیم ہے۔" خفت سے اس کا چہرہ سرخ ہونے لگا تھا۔

"ملک کو کیسے جانتے ہو تم؟" نیا سوال پوچھا گیا۔

"میرے بھائی ہیں وہ۔"

"اوہ یعنی تم ہمارے ملازم ہو۔"مومن نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"میں سمجھا نہیں۔"

"مطلب یہ کہ تمہارا بھائی ہمارا ملازم ہے تو تم بھی ایک طرح سے ملازم ہوئے۔"انمول کا لہجہ عجیب تھا۔مومن سر ہلاتا کوارٹر کی جانب بڑھ گیا۔انمول کی آنکھوں میں آنسو جمع ہونے لگے۔ملک اتنا بے رحم کیوں تھا۔وہ اس سے سلام تو کر ہی سکتا تھا لیکن۔۔

وہ غصے سے کھولتی اندر کی جانب بڑھ گئی۔

"یہ مومن ابراہیم ہے میرا دوست۔ماں باپ نہیں ہے اس کے۔"وہ جہانداد ملک کے سامنے کھڑا تھا۔اس کے کندھے کے قریب مومن ابراہیم کھڑا تھا۔

"تو۔؟" جہانداد ملک نے مومن ابراہیم کو دیکھتے استفسار کیا۔اس کی آنکھیں اسے کسی کی یاد دلا رہی تھیں۔اس کی جسے ملے انہیں کافی عرصہ ہو گیا تھا۔وہ جنہیں انہوں نے قید میں رکھا ہوا تھا۔

"میں اسے اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہوں۔" ملک سنجیدہ تھا۔

"کیوں؟" ان کے سوال پر ملک نے انہیں جن نگاہوں سے دیکھا وہ پہلو بدل کر رہ گئے۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں بشرطیکہ اس کا عمل دخل میرے ذاتی معمالات میں نہیں ہونا چاہیے۔" وہ رضامند تھے۔انہیں وفادار لوگ پسند تھے اور دوست سے بڑھ کر کون وفادار ہو سکتا ہے۔؟

"وہ لڑکی کون تھی۔؟" ملک کے کمرے میں کھڑے مومن نے استفسار کیا۔

"کون؟۔انمول۔؟ وہ میری کزن ہے۔"

"اچھا وہ تو کہہ رہی تھیں کہ آپ ملازم ہیں ان کے۔" مومن نے کندھے اچکائے۔ ملک کے اندر کچھ چھن سے ٹوٹا تھا۔ ملازم؟

"بھائی۔؟"

"تم چھوڑو یہ سب۔ اپنے اصل مقصد پر غور کرو جس کے لیے تم یہاں موجود ہو۔" ملک نے کمرے میں لگی واحد کھڑکی کھول دی۔ ہوا کا جھونکا سرسراتا ہوا کمرے کی ساکن فضا میں شامل ہوا۔

"آپ ان سے ملیں ہیں کبھی؟" مومن کی آواز میں بے تابی تھی۔ ان کی باتوں سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ وہ ایک دوسرے کی کہانی جانتے ہیں۔

"نہیں میری ان سے ملاقات نہیں ہوئی۔" ملک نے کہتے مومن کو گلے سے لگایا۔ وہ اس سے آٹھ سال چھوٹا تھا بالکل اس کے بھائی جیسا بالکل ایک چھوٹے بچے جیسا۔

حال:

"میرا ماضی بہت طویل اور بھیانک ہے۔" پارک میں بنے اس بینچ پر دونوں نفوس دم سادھے بیٹھے تھے۔ماہیر سکندر بول رہا تھا اور بالاج کو اس کا کہا ایک ایک لفظ ازبر ہوتا جا رہا تھا۔

"ماضی تکلیف دہ ہوتا ہے۔میں جب جب اسے یاد کرتا ہوں میرے رونگٹے کھڑے ہونے لگتے ہیں۔یہ اتنا خوفناک کبھی نہیں ہوتا اگر میرے رشتے میرے ساتھ ہوتے۔اگر مجھے تمہارا ساتھ میسر ہوتا۔" آواز میں اداسی گھل گئی۔بالاج ترسی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"تمہارے بہت سے سوال ہوں گے مجھے لے کر لیکن میرے پاس میرے ماضی کے سوا کچھ بھی نہیں۔"

"مجھے کوئی جواب نہیں چاہیے۔مجھے تم مل گئے یہی کافی ہے۔" ماہیر سکندر کا تمام تر ماضی تو وہ جان چکا تھا اب مزید کچھ نہیں بچتا تھا۔

"میں نے بہت انتظار کیا ہے تم سب کا۔تم سب سے ملنے کا۔" وہ بولا۔بالاج مسکرا دیا۔اس کی اذیت وہ سمجھ سکتا تھا۔

"تمہارا فیصلہ کسی طور سے غلط نہیں تھا۔اپنوں سے دوری عذاب تھی لیکن تمہارا جنون سر چڑھ کر بول رہا تھا۔میں جانتا ہوں عزم و عزائم جب جنون بن جائیں تو تباہی لاتے ہیں۔تمہارا مقصد جہانداد ملک سے انتقام لینا ہے۔جو پورا بھی ہو گا اور تم اپنی منزل پاؤ گے۔لیکن۔۔" وہ خاموش ہوا۔ماہیر نے الجھ کر اسے دیکھا۔وہ اسے مزید سننا چاہتا تھا۔

"لیکن؟"

"تمہیں اس سب کا خسارہ بھگتنا ہو گا۔" وہ نرم تاثرات لیے بول رہا تھا۔

"کیسا خسارہ۔" مزید استفسار۔

"انتقام کی آگ میں جل کر تم راکھ کی مانند ٹھنڈے تو ہو جاؤ گے لیکن جانتے ہو کیا؟ آگ اپنے ساتھ بہت کچھ لپیٹ کر لے جاتی ہے۔ بالکل اسی طرح بلکہ ہر انسان کی طرح تمہیں جیت کا خسارہ جھیلنا پڑے گا۔" بالاج نے اپنے ہاتھوں کو دیکھ رہا تھا۔ ماہیر سکندر گہرہ سانس بھر کر رہ گیا۔

"میری دعا ہے کہ تمہیں تمہارے مقاصد میں کامیابی ملے۔" ماہیر نے سر کے خم سے دعا قبول کی۔

"خیر تم نے تو بھئی شادی بھی کر لی۔ اپنے دوست کی تو یاد نہیں آئی ہو گی۔" بالاج ہنسا۔ ماحول کا بوجھل پن ختم کرنا چاہا۔

"ایسا مت کہو بالاج سکندر کا نام ماہیر سکندر کی ہر سانس کے ساتھ دھڑکتا تھا۔" ماہیر نے ناک پھلائی۔ بالاج ایک بار پھر سے ہنس دیا۔

"شادی نہیں کی صرف نکاح ہوا ہے انمول کے ساتھ۔" اس نے صاف گوئی کی۔

"محبت ہیں تمہاری۔؟" مسکرا کر پوچھا۔

"زندگی ہیں وہ میری۔" عزت، احترام اور محبت کیا نہیں تھا اس کے جواب میں۔

"واہ بھئی کیا بات ہے۔ ہمیں کب ملوا رہے ہو بھابھی سے۔؟"

"بہت جلد۔"

"انتظار رہے گا۔" بالاج نے پیچھے سے اس کی گردن اپنے دائیں بازو کے شکنجے میں قید کی۔

"چھوڑ۔" وہ پھر پھرایا لیکن اس کے سامنے دس سالہ بالاج سکندر نہیں تھا۔

"اتنے عرصے کا غبار بھی تو نکالنا ہے نا بھائی جان۔" بالاج نے دانت نکوستے ایک گھونسا اس کے پیٹ میں جڑا تھا۔

www.novelsclubb.com

"آآ۔" ماہیر سکندر نے جوابی کاروائی نہیں کی۔ وہ مارشل آرٹس چیمپئن اپنے عام سے دوست کے ہاتھوں مکے اور گھونسے کھاتا رہا تھا۔ لیکن اف تک نہ کی۔ وہ دونوں بہت عرصے بعد ملے تھے۔ میلوں کا نہیں سالوں کا فاصلہ تھا ان کے درمیان جسے کسی نا کسی طرح مٹانا ہی تھا۔ شروعات ہو چکی تھی اختتام باقی تھا۔

ماضی:

دن کا وقت تھا اور موسم مینا برسا رہا تھا۔ بارش رم جھم برس رہی تھی۔ کبھی رک جاتی اور کبھی پھر سے برسنے لگتی۔ ایسے میں انمول رین کوٹ پہنے داخلی دروازے سے اندر داخل ہوئی۔ ہاتھ میں چھتری تھامے جو کہ اب بند تھی۔ اس نے رک کر سامنے کوارٹرز کی جانب دیکھا۔ سفید کمروں کے سامنے بنے دو اسٹیپس پر وہ بیٹھا تھا۔ انمول کے قدم خود بخود اس کی طرف بڑھنے لگے۔

کھٹکے کی آواز پر ملک نے سر اٹھا کر اپنے دائیں جانب براجمان ہوتی انمول ملک کو دیکھا۔وہ چھتری اپنے ساتھ رکھے وہاں بیٹھ چکی تھی۔ملک نے اپنا چہرہ واپس پھیر لیا۔

"ایک ملازم کے ساتھ مت بیٹھیے انمول بی بی کہیں آپ کی شان میں گستاخی نہ ہو جائے۔"وہ بولا تو آواز میں طنز کی آنچ تھی۔

"بابا گھر میں نہیں ہیں میں اسی لیے آئی ہوں ورنہ وہ مجھے آنے نہیں دیتے۔"انمول نے رین کوٹ اتار کر ایک طرف چھتری کے ساتھ رکھ دیا۔پھر ملک جانب دیکھا۔

"تم جانتے ہو بچوں کی زندگی میں ماں کا ہونا کس قدر ضروری ہے۔؟"ملک کی سماعت میں انمول کی آواز اتری۔اس کا پورا پورا انمول کو سننے لگا تھا۔ہمیشہ ایسا ہی ہوتا تھا وہ جب بھی بولتی ملک کے جسم کا ہر عضو اسے سنتا اور حفظ کرتا جاتا تھا۔

"لوگ کہتے ہیں کہ انسان کھانے اور پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا لیکن میرا ماننا ہے کہ انسان ماں کے بغیر مر جاتا ہے۔" انمول نے دونوں ہتھیلیاں آپس میں رگڑتے اپنے یخ بستہ ہاتھوں کو حرارت بخشی۔

"لیکن میں غلط تھی میں ہمیشہ غلط ہوتی ہوں۔ میں تین سال کی تھی جب میری ماں کا قتل ہوا۔" ملک نے ایک جھٹکے سے گردن موڑی۔ آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ کیا واقعی انمول کی ماں کا قتل ہوا تھا۔؟

"آپ کو کیسے معلوم کہ آپ کی ماں کا قتل ہوا تھا۔؟" اس نے استفسار کیا۔ پندرہ سالہ انمول نے گہری سانس بھری۔

www.novelsclubb.com

"کیونکہ میری ماں کا قاتل میرا اپنا سگا باپ ہے۔" چار سو چالیس واٹ کا جھٹکا لگا تھا ملک کو۔ جہاندار ملک نے اپنی بیوی کو بھی نہیں بخشا تھا۔ اس کا دل دکھا۔ انمول پر کیا بیتی ہو گی۔

"میں اس دن جب گھر لوٹی تو مجھے چیخنے چلانے کی آوازیں سنائی دیں۔ میں ڈر گئی تھی۔ ماما بابا سے لڑائی کر رہی تھی۔ کس بات پر مجھے نہیں معلوم تھا۔ ان کی آواز بہت اونچی تھی لیکن پھر ایک دم آواز آنا بند ہو گئی۔ میں بھاگ کر اندر گئی اور پھر میں نے دیکھا میری ماں سیڑھیوں کے اختتام پر خون میں لت پت تھی اور میرا باپ سیڑھیوں کے آغاز پر جم کر کھڑا تھا۔ وہ واقعہ بہت برا تھا۔ بہت برے طریقے سے میرے دماغ پر اثر انداز ہوا۔ مجھے لگتا ہے کہ کسی دن وہ مجھے بھی مار دینگے۔" انمول نے اس کی جانب دیکھا۔ ملک پہلے ہی اسے دیکھ رہا تھا۔ دونوں کی آنکھیں چار ہوئیں۔ غزالی آنکھوں میں گھائل کر دینے والے سرخ ڈورے تیر رہے تھے۔ وہ ملک کا دل گھائل کر گئے۔

"ایسا کبھی نہیں ہو گا۔" تسلی کے چار حروف تھے یا خود کو باور کرایا گیا۔

"ایسا ہی ہو گا۔ میں نے کبھی ان سے بد تمیزی نہیں کی۔ مجھے لگتا ہے کہ اگر میں ان سے بد تمیزی کروں گی یا اونچی آواز میں بات کروں گی تو وہ مجھے بھی یونہی

www.novelsclubb.com

سیڑھیوں سے گرا کر مار دینگے۔موت بہت ظالم ہے ملک میں مرنا نہیں چاہتی۔"وہ بولی۔آواز میں لرزش تھی۔گلا رندھ گیا تھا۔اسے موت ہراساں کرتی تھی۔

ملک نے ترحم سے اس لڑکی کو دیکھا۔وہ ایک بار پھر سے رونے کو پر تول رہی تھی۔ملک کا دل دھڑکنے لگا۔

"آپ روئیں مت۔جہانداد ملک آپ کو کچھ نہیں کہہ سکتا۔"وہ ساکت ہوئی۔ملک کو لگتا تھا اس کا باپ اسے بخشے گا؟وہ جس نے اپنی بہن،اپنی بیوی تک کو نہ بخشا وہ شخص اسے کیسے بخش سکتا تھا۔وہ رونا بھول گئی۔اسے ملک پر غصہ آنے لگا۔

"گارنٹی دے سکتے ہو؟"انمول نے طنز کیا۔

"گارنٹی نہیں میرا وعدہ ہے آپ سے،میں اپنی زندگی کی آخری سانس تک آپ کی حفاظت کروں گا۔اور ملک اپنا یہ وعدہ ساری زندگی نبھائے گا۔"اس کی آواز سخت

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

تھی۔پر عزم آواز انمول ملک کی سماعت میں رس گھول گئی۔وہ اس پر سو بار یقین کر سکتی تھی۔کیونکہ اسے یقین تھمایا گیا تھا۔

وہ چند لمحے اسے دیکھتی رہی پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میری خوش قسمتی ہو گی کہ مجھے تمہاری تحویل میں رکھا جائے۔"انمول نے جھک کر رین کوٹ اٹھایا۔چھتری بھی پکڑلی۔بارش رکی ہوئی تھی۔وہ حویلی کے اندرونی حصے میں جانے لگی۔آدھ راستے میں جا کر وہ پلٹی۔

"آئی لو یو۔" بادل زور سے گرجا۔ایک دم جیسے بادلوں میں جمع ہوئے غبار کو بہہ نکلنے کا راستہ مل گیا تھا۔بارش کے قطرے اس کے بالوں سے ہوتے چہرے پر گرنے لگے۔اس کی آواز بہت ہلکی تھی ملک نے ہاتھ کان کے پاس لے جا کر نفی میں ہلایا گویا اسے ایک لفظ تک سنائی نہیں دیا۔

اس برستی بارش نے ایک اور محبت کی داستان آسمان پر رقم کی تھی۔انمول آنکھیں میچتی مسکراہٹ دباتی پلٹی اور بھاگ کر اندر غائب ہو گئی۔

مومن ابراہیم کا ہر وقت ملک کے ساتھ رہنا انمول کو چبھنے لگا تھا۔ جہاں ملک ہوتا، مومن بھی وہیں پایا جاتا۔ اس بات پر اس کی مومن ابراہیم سے ہمیشہ لڑائی ہوتی تھی۔ لیکن پھر وہی ڈھاک کے تین پات۔

"تم ایک ملازم ہو بہتر ہو گا کہ میرے معاملات میں نہ بولا کرو۔" وہ ہمیشہ اسے باور کراتی لیکن وہ پھر نازل ہو جاتا۔ کبھی وہ ملک کو بلانے کی غرض سے جاتی تو اس کی بجائے مومن ابراہیم نامی شے ملتی۔ وہ بار بار بے عزت ہو کر دوبارہ اس کے سامنے آجایا کرتا تھا۔

www.novelsclubb.com

"انمول بہت مغرور ہیں اور نک چڑھی بھی۔" وہ ایک دن ملک سے کہہ رہا تھا۔ وہ دونوں اس وقت مارشل آرٹس کلب میں بیٹھے تھے۔ ملک اس کی بات پر مسکرا دیا۔ ذہن کے پس منظر میں انمول کا وہی روپ ابھرنے لگا تھا۔

"کوئی بات نہیں ان پر جچتا بھی ہے۔" مومن نے منہ پھلا لیا۔غصے سے ملک کو دیکھا۔

"آآآ! "ملک نے اس کا دایاں گال پکڑ کر زور سے کھینچا۔وہ بلبلا اٹھا۔

"تم ان سے زیادہ بات ہی مت کیا کرو۔کیوں بار بار ان سے بات کرنے پہنچ جاتے ہو۔؟" ملک نے مسئلے کا حل نکالا۔مومن کی آنکھوں کی جوت بجھ گئی۔اور جب بولا تو لہجہ سوگوار اور اداس سا تھا۔

"اچھا لگتا ہے ان سے باتیں کرنا۔وہ بولتی رہیں تو میں گھنٹوں انہیں سن سکتا ہوں۔" ملک چونک اٹھا۔چہرہ متغیر ہو گیا۔

"مومن۔۔" کوچ نے آواز لگائی۔وہ اٹھ کر چلا گیا۔ملک تنہا ان زینوں پر بیٹھا رہ گیا۔

www.novelsclubb.com

'اچھا لگتا ہے ان سے باتیں کرنا۔ وہ بولتی رہیں تو میں گھنٹوں انہیں سن سکتا ہوں۔' ملک کا دل کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا۔ اس کا سانس پھولنے لگا۔ اسے ابھی مزید وہاں کام کرنا تھا لیکن وہ وہاں نہیں رکا۔ اور پھر ساری رات اس نے لندن کی سڑکوں پر آوارہ گردی کرتے گزاری تھی۔

حال:

اس نے دھیرے سے اپنی آنکھیں کھولیں تو سفید بلب کی روشنی سے پل بھر کے لیے اس کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ دوبارہ آنکھیں کھولنے پر اس نے خود کو اپنے کمرے میں موجود پایا۔ اس کا کمرہ ہلکے گلابی رنگ اور سفید فرنیچر میں مزین تھا۔ چند لمحات اسے سمجھنے میں گے اور پھر ہر یاد اس کے ذہن میں تازہ ہوتی گئی۔

"اینجل۔" اس کے لبوں سے ہلکی سرگوشی کی مانند نکلا۔ اور پھر اسے کمرے میں کسی وجود کی موجودگی کا احساس ہوا۔ یہ وہی احساس تھا جو اس رات ہاٹل کی لابی میں

اسے ہوا تھا۔ غیر آرام دہ لیکن تحفظ کا سا احساس۔اس نے کروٹ بدلی۔اس کی سیدھ میں ڈریسنگ ٹیبل تھا اور اس کے قریب ہی بالاج اسٹول ڈالے بیٹھا تھا۔ لیکن وہ جیا کی جانب متوجہ نہیں تھا۔اس کا دھیان اپنے دائیں جانب تھا۔جیا اٹھ بیٹھی۔ بیڈ سے ٹیک لگائے اس نے سامنے تکا۔وہاں رکھے سفید کاؤچ پر وہ بیٹھا تھا۔وہ جسے اس کا بھائی ہونے کا رتبہ حاصل تھا۔ماہیر کی توجہ جیا کی جانب بھٹکی تھی۔اس کی تقلید میں بالاج نے بھی اپنی نگاہوں کا رخ جیا کی جانب پھیرا۔

"جیا۔" بالاج اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔اسے اپنی جانب بڑھتا دیکھ کر جیا اپنا منہ موڑ گئی۔ بالاج کے دل کو کچھ ہوا۔ لیکن شاید وہ اسی قابل تھا۔

www.novelsclubb.com

"کیا مجھ سے بھی بات نہیں کرنی جیا۔" اب کی بار ماہیر اٹھ کر اس کی جانب بڑھا۔وہ اس کی بہن تھی اور اسے ہر شے سے زیادہ عزیز تھی۔اس کی حفاظت کے لیے وہ نا جانے کتنی راتیں نہیں سویا تھا صرف اس لیے کہ اس کی بہن کو کوئی نقصان نہ پہنچا دے۔

"میں تمہارا مجرم ہوں جیا۔ لیکن کیا تم مجھے معاف نہیں کر سکتی۔؟" بالاج کی آواز دوبارہ ابھری۔ماہیر نے گھور کر اسے دیکھا۔

"میں نے کبھی معاف کرنا سیکھا ہی نہیں۔" وہ دوبدو اس کی جانب دیکھ کر بولی۔اسے رونا آنے لگا تھا۔اس کے سامنے کھڑے شخص کا جرم قابلِ معافی تو ہر گز نہیں تھا۔اس نے دو گھڑی بالاج کی آنکھوں میں دیکھا اور پھر وہ نظریں جھکا گئی۔وہ خود بھی تو کہیں نا کہیں قصوروار تھی۔

"میں جانتا ہوں تم مجھ سے بھی ناراض ہو گی۔ لیکن یہ سب ضروری تھا۔میرے لیے تمہاری حفاظت ضروری تھی۔" ماہیر نے اسے سمجھانا چاہا۔

"آپ لوگ پلیز جائیں یہاں سے، مجھے کسی سے کوئی بات نہیں کرنی۔" جیا بے بس ہوئی۔اس کا رخ بالاج کی جانب تھا۔ماہیر کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

www.novelsclubb.com

"دیکھا میری بہن تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی جاؤ یہاں سے۔" بالاج کے لب حیرت سے وا ہوئے۔وہ اپنی پوزیشن کلئیر کرنے کی خاطر اپنے دوست کو وہاں سے بھیج رہا تھا۔اس نے دانت پیستے اسے تیز گھوری سے نوازا۔

"آپ بھی جائیں پلیز۔" جیا نے ان دونوں کو باہر کا راستہ دکھایا۔

"چل سالے دونوں مل کر چلتے ہیں۔" بالاج ماہیر کے گلے میں بازو ڈالتا اسے لیے باہر نکل گیا۔پیچھے جیا اکیلی رہ گئی۔اس نے دروازے کی طرف دیکھا جہاں سے وہ دونوں غائب ہوئے تھے۔ایک شخص اس کا شوہر تھا جس نے اسے اعتبار کی ڈور تھما کر اتنے زور سے کھینچی کہ وہ جیا کے ہاتھوں کے ساتھ اس کا دل تک زخمی کر گئی۔اور دوسرا شخص اس کا بڑا بھائی تھا جس نے پچھلے اٹھارہ سال اس سے اپنی شناخت چھپائی۔وہ بچپن سے جس بھائی کو مردہ سمجھتی آئی تھی وہ کبھی مرا ہی نہیں تھا۔

"یااللہ۔"اس کے منہ سے سسکی برآمد ہوئی۔آنسو پلکوں کی باڑ توڑتے چہرے پر پھسلنے لگے تھے۔اسے معلوم نہیں ہوا وہ کتنی دیر روتی رہی۔وہ اپنی زندگی میں موجود دونوں مردوں سے ہاری تھی۔ان دونوں نے اسے ہرایا تھا۔اس کی محبت اتنی مضبوط کبھی ہوئی ہی نہ تھی کہ وہ جیت پاتی۔

جیت بھی طاقتوروں کا مقدر ہوتی ہے۔

وہ اپارٹمنٹ میں داخل ہوا تو خلافِ معمول وہاں خاموشی کا راج تھا۔اسے حیرت ہوئی گھر میں چار افراد کے ہوتے ہوئے بھی خاموشی۔

"اللہ خیر کرے۔"وہ آگے بڑھا۔لاؤنج سے ملحقہ کچن میں ہلکی کھٹ پٹ کی آواز آ رہی تھی۔ملک نے شکر کا سانس لیا۔

"السلام علیکم۔"کان کی لو کھجاتا وہ کچن کاؤنٹر کے قریب رکھے اسٹول پر بیٹھ گیا۔

"واعلیکم السلام۔" ہاتھ میں کافی کا مگ تھامے کھڑی انمول نے جواب دیا۔انداز تھوڑا نہیں بہت سنجیدہ تھا۔ملک نے حلق تر کیا۔بیوی کے سامنے تو بڑے سے بڑے ہٹلر بھی کانپ جایا کرتے تھے۔

"گھر میں کچھ ہوا ہے کیا۔؟" ملک نے ارد گرد نگاہ دوڑائی۔سامنے کوئی نہ تھا۔یقیناً سب اپنے اپنے کمروں میں تھے۔

"تمہیں فکر ہے گھر کی؟" چبھتا ہوا لہجہ۔ملک کے لب اوہ میں سکڑے۔مطلب معاملہ گرم تھا۔

"کتنی خاموشی ہے نا گھر میں آئی وش ایسی خاموشی ہمیشہ رہے لیکن یہاں کچھ پل گزرتے ہیں تو دنگل مچ جاتا ہے۔" وہ ہلکا سا ہنسا۔انمول نے سالم نگاہوں سے اسے گھورا۔

"اب یہی خاموشی ملے گی تمہیں سننے کو۔"

"مطلب۔؟" ملک کا ماتھا ٹھنکا۔

"مومن گھر چھوڑ کر چلا گیا۔ آنٹی کو بھی اپنے ساتھ لے کر گیا ہے۔" ملک کو اچھو کا سا لگا۔ اس نے بے یقینی سے انمول کو تکا۔ وہ متحیر ہوتے پوچھنے لگا۔

"کدھر چلا گیا؟" اس کا بھائی گھر چھوڑ کر چلا گیا تھا یہ بات بہت تکلیف دہ تھی۔

"وہ مجھے بتا کر تو نہیں گیا۔" انمول نے لاپرواہی سے کہا۔ یوں کہ اسے مومن کے جانے سے کوئی خاص فرق نہیں پڑا تھا۔ ملک کے اعصاب تن گئے۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ انمول اب اس کے بالکل سامنے تھی۔ درمیان میں کچن کاؤنٹر کی میز حائل تھی۔

www.novelsclubb.com

"آپ کو نہیں معلوم تو پھر کسے معلوم ہونا چاہیے انمول۔؟ کہیں آپ نے تو اسے یہاں سے جانے کے لیے نہیں کہا تھا۔؟" الفاظ طنز میں ڈوبے ہوئے تھے۔ انمول نے لب بھینچ لیے۔

"تم مجھ پر الزام عائد کر رہے ہو؟" انمول نے زور سے کپ ٹیبل پر پٹخا۔ ملک کے ماتھے پر سلوٹوں کا جال بچھ گیا۔

"الزام نہیں لگا رہا حقیقت سے آشنا کر رہا ہوں آپ کو۔" اس نے تحمل کا مظاہرہ کیا۔ اگر وہ بھی انمول کی طرح آواز اونچی کرتا تو بات بگڑ جانی تھی۔ رشتوں میں دڑاڑ کی بنیاد ہی اونچی آواز میں بات کرنا ہے۔ جب آپ اونچا بولنا شروع ہو جائیں تو لوگ آپ سے بات کرنا چھوڑ جاتے ہیں۔ رشتوں میں دوریاں آجاتی ہیں اور فاصلے کبھی نہ مٹنے والے بن جاتے ہیں۔

"اوہ، تو یہ آگ مومن کی لگائی ہوئی ہے۔ اسی نے کان بھرے ہیں ناں تمہارے۔" غلط فہمی جنم لینے لگی تھی۔

"اس نے مجھ سے کچھ نہیں کہا انمول۔ میں اسے جانتا ہوں وہ کبھی بھی یوں گھر چھوڑ کر نہیں جا سکتا تھا۔ کوئی ایسی بات ضرور ہوئی ہے جس نے اسے مجبور کیا ہو۔" ملک جھنجھلایا ہوا لگتا تھا۔

"تو جا کر اس سے پوچھو میرے ساتھ کیوں لڑائی کر رہے ہو۔" انمول کی ناک سرخ ہونے لگی۔ وہ برداشت نہیں کر پا رہی تھی۔

"میں نے آپ سے کب لڑائی کی ہے؟" ملک نے انگھوٹے سے کنپٹی سہلائی۔

"یہ لڑائی نہیں تو کیا ہے۔ کبھی الزام دے رہے ہو۔ اونچی آواز میں بات کر رہے ہو۔ اور پھر اپنی ہی بات سے مکر رہے ہو۔" انمول بھڑک اٹھی۔ ملک کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"اوہ گاڈ انمول۔ میں۔۔" وہ کچھ کہنے لگا۔

"السلام علیکم سر!" بسمہ کی آواز نے اس کا جملہ مکمل نہیں ہونے دیا۔ وہ دونوں اس کی جانب متوجہ ہوئے۔

لیونڈر کلر کے سادہ سوٹ میں ملبوس بسمہ شارق پونی ٹیل بنائے ان کے سامنے کھڑی تھی۔ سفید رنگ کا اسٹالر گلے میں مفلر کی طرح لے رکھا تھا۔ ملک کی نظریں

اس پر سے سفر کرتیں اس کے ہاتھ کی جانب بڑھنے لگیں۔وہ ہاتھ میں سوٹ کیس تھامے ہوئے تھی۔

"تم کہیں جا رہی ہو۔؟" سوال انمول کی جانب سے تھا۔بسمہ نے اس کی طرف نہیں دیکھا۔سوٹ کیس زمین پر رکھا۔

"میں واپس ہاسٹل جا رہی ہوں۔" چہرے پر سنجیدگی تھی۔لیکن سنجیدگی کے ساتھ وہاں کچھ اور بھی تھا۔ڈر اور خوف۔

"لیکن کیوں۔؟" ملک نے سول کیا۔وہ ایک دن گھر پر نہیں تھا اور اس کا آشیانہ بکھر رہا تھا۔اگر جو وہ چند مزید دن گھر نہ آتا تو شاید اسے وہاں کوئی نہ ملتا۔

"مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے سر۔یا شاید اعترافِ جرم کہنا بہتر ہو گا۔" بسمہ سر جھکا گئی۔ملک کے انمول کو تکا۔وہ 'ہنہ' کہتی اپنے کمرے میں گم ہو گئی۔ملک نے فرصت سے بسمہ کی جانب دیکھا۔

"سر جھکانا مجرم کا شیوہ ہے بسمہ۔ مجھ سے بات کرنے کی خاطر آپ کر سر اٹھانا ہو گا۔ گردن اکڑا کر مجھ سے بات کریں کہ مجھے لگے میں اپنی کسی اسٹوڈینٹ نہیں بلکہ مارشل آرٹس سے تعلق رکھنے والی ایک لڑکی سے بات کر رہا ہوں۔" ملک کچن کاؤنٹر کی دوسری جانب گیا۔ انمول کی کافی کا کپ یونہی پڑا ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ ملک کو ٹھنڈی کافی نہیں پسند تھی۔ وہ تازہ کافی بنانے لگا۔

"میرا جرم ناقابلِ معافی تو ہرگز نہیں۔" اس نے سر اٹھا لیا۔ لیکن کندھوں کا بوجھ گردن اکڑنے نہیں دے رہا تھا۔

"آپ انسانوں سے معافی کی امید رکھے ہوئے ہیں۔" ملک نے کافی بینز کپ میں ڈالے۔ بسمہ لب کترتے اسے دیکھے گئی۔

"لیکن جو میں نے کیا وہ جرم سے بھی بڑا گناہ تھا۔ کسی کی سالوں کی محنت کو بہتے دریا میں بہا دینا کہاں کی عقلمندی ہے۔" آواز دھیمی تھی۔ اعتراف کرنا بہت کٹھن تھا۔

"اس گناہ میں عقلمندی ہو گی اگر اس سے کسی ایک کا بھی فائدہ ہوا ہو۔" جواب غیر متوقع تھا۔اس نے نا سمجھی سے ملک کو دیکھا۔وہ اب کافی پھینٹ رہا تھا۔

"آپ کے اس عمل سے کس کا فائدہ ہوا ہے۔؟" اسے خاموش پا کر وہ دوبارہ بولا۔

"مومن۔میں نے یہ سب اس کے لیے کیا تھا سر۔بابا نے دھمکی دی تھی کہ اگر میں نے ان کی بات نہیں مانی تو وہ مومن کو نقصان پہنچائیں گے۔ان شارٹ میں ڈر گئی تھی۔آپ کے تمام احسانات میرے خوف تلے دب گئے تھے۔" اسے تھوڑی ڈھارس ملی۔کم از کم اس کے فعل سے کوئی ایک تو فیض یاب ہوا تھا۔

"کیا آپ کو لگتا ہے آپ نے کچھ غلط کیا۔؟" بسمہ نے اس کے سوال پر نفی میں سر ہلایا۔

"تو پھر ڈر کیسا؟ ٹینشن فری ہو جائیں اور باقی سب مجھ پر چھوڑ دیں میں سب سنبھال لوں گا۔" اس کی آنکھیں تشکر کے احساس سے بھیگنے لگیں۔کیا تھا وہ مرد جو ہر چیز کو اتنا نارملی ہینڈل کر رہا تھا۔

"آئی ایم سوری سر۔" ایک باغی آنسو عارضوں پر بہہ نکلا۔

"میں نے تو آپ سے کچھ نہیں کہا۔ پھر معافی کیونکر؟" ملک کی کافی بن گئی تھی۔ اس نے پہلا گھونٹ بھرا۔ اور پھر برا سا منہ بناتے کپ کو پرے کیا۔

"میں ہاسٹل جانا چاہتی ہوں۔" بسمہ نے اجازت چاہی تھی یا مطلع کیا تھا اسے نہیں معلوم تھا لیکن وہ جانتا تھا اسے واپس جانا تھا۔ کچھ ہی دنوں میں اس کی ٹریننگ واپس بحال ہو جانی تھی۔ اچھا تھا اگر وہ اگلے چند دن ہر فکر سے آزاد گزارتی۔

"آپ آزاد ہیں اور پریشان نہیں ہوں آپ کی حفاظت کی ذمہ داری ہماری ہے۔" ہمیشہ کی طرح اس نے بسمہ کو بھی یقین تھمایا۔

"شکریہ۔!" اس نے سوٹ کیس اٹھا لیا۔ ایک الوداعی نظر انمول کے کمرے کے دروازے پر ڈالی اور باہر کی جانب قدم بڑھا دیئے۔

"رکیں آپ کا اکیلا جانا ٹھیک نہیں ہے میں آپ کو ڈراپ کر دیتا ہوں۔" ملک کی آواز ابھری۔اس نے دیکھا وہ کافی کا کپ سنک میں رکھتا اس کی جانب آ رہا تھا۔

"آپ کی کافی۔" ملک نے اداس نظروں سے کچن میں دیکھا۔

"میرے ہاتھ کی کافی کبھی اچھی نہیں بنی اب بھی محض اس نے حلق کڑوا کیا ہے۔میں واپس آ کر انمول سے کہہ دوں گا وہ بنا دیں گی۔" ملک باہر نکل گیا۔بسمہ نے ایک بار پھر پلٹ کر انمول کے کمرے کو تکا۔

اسے انمول ظالم لگ رہی تھی۔لیکن ظالم انسان نہیں الفاظ ہوتے ہیں۔

www.novelsclubb.com

صبح کی روشنی ہر سو پھیل چکی تھی۔معمول کی طرح تمام لوگ اپنی اپنی روزی کمانے کے لیے گھروں سے نکل آئے تھے۔ایسے میں وہ کچن میں کھڑی ایک گھریلو لڑکی

کی طرح ناشتہ تیار کر رہی تھی۔اس نے چائے کی کیتلی چولہے سے اتار کر کپ میں چائے انڈیلی۔

کوئی سایہ سا تھا جو اسے کچن کی کھڑکی سے باہر نظر آیا۔چائے انڈیلتے اس کے ہاتھ لرز گئے۔اس نے جلدی سے اپنا ناشتہ تیار کیا اور کچن سے باہر نکل آئی۔

"نجمہ۔"وہ لاؤنج میں آ بیٹھی۔ناشتہ سامنے ٹیبل پر رکھ دیا اور ملازمہ کو آواز لگائی۔وہ اوپر والے پورشن سے جن کی طرح حاضر ہوئی۔

"جی بی بی۔"

"کچن والے گارڈن کی طرف کون ہے۔؟"اس نے سیدھا سوال کیا۔نجمہ سوچ میں پڑ گئی۔

"میں نے پوچھا باہر کون ہے۔؟"ٹوسٹ منہ میں رکھے چائے کا گھونٹ بھرا۔

"باجی اس سائیڈ تو کوئی نہیں جاتا۔ میں نے مالی سے کہا تھا اس جگہ پر پودوں کی کانٹ چھانٹ کرنے کو وہی ہو گا۔ آپ فکر نہیں کریں۔" جیا مطمئن ہو گئی۔ بلاوجہ وہ پریشان ہو رہی تھی جیسے گھر میں اس کے علاوہ کوئی اور بھی موجود ہو۔

"السلام علیکم۔" اس کا ارتکاز بالاج کی آواز نے توڑا۔

"واعلیکم السلام۔" بددل نخواستہ اس نے جواب دیا۔ بالاج نے اس کا انداز بغور دیکھا تھا۔

"اب کیسی طبیعت ہے تمہاری۔؟" وہ اس کے سامنے ون سیٹڈ صوفہ پر آ کر بیٹھ گیا۔ جیا کا ناشتہ کرنا محال ہوا تھا۔

"میں مروں یا جیوں، آپ سے مطلب؟"

"تمہارے تمام مطلب مجھ سے ہی جڑے ہیں جیا بالاج سکندر۔ کیوں بھولنے لگی ہو؟" اسے جیا کا جواب ناگوار گزرا تھا۔

www.novelsclubb.com

"مجھے نہیں لگتا اور ویسے بھی میں کوئی لاوارث تو نہیں اور اب تو ماشاءاللہ سے میرا بھائی بھی زندہ ہو گیا ہے۔" جیا نے طنز کیا۔ چائے کا کپ دور کر دیا۔ ناشتہ کرنے کی چاہ نہیں رہی تھی لیکن بھوک کا کیا؟ خیر وہ بالاج کے جانے کے بعد آرام سے ناشتہ کر لے گی۔

"کیا نئے رشتوں کے مل جانے سے پرانے رشتے ختم کر دو گی۔؟" جیا نے کپ ٹیبل پر رکھتے نظریں اٹھائے اسے دیکھا۔

"کم از کم آپ سے میرا کوئی رشتہ نہیں رہا۔" جیا جھنجھلا گئی۔ وہ شخص اس کے اعصاب پر سوار ہو رہا تھا۔ وہ اس کے سامنے ہمیشہ کی طرح ہارنے لگی تھی۔

"یہ بات نہیں کرو کہ تمہارا مجھ سے کوئی رشتہ نہیں رہا۔ ہمارا رشتہ سب سے انمول ہے۔"

www.novelsclubb.com

"اور نازک بھی۔رشتوں کو نازک عدم اعتماد بناتا ہے بالاج۔ تعلق میں اعتبار نہ ہو تو یہ کانچ سے نازک رشتے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتے ہیں۔" وہ بولی۔ بالاج نے طویل سانس خارج کی۔اس کا گلہ بجا تھا۔

"تم شکوہ کر سکتی ہو کیونکہ تمہیں حق حاصل ہے۔" لہجہ نرم تھا۔حالات مختلف ہوتے تو جیا کو خوشی ہوتی لیکن اس وقت ہر گز نہیں۔

"اچھا تو کیوں اعتبار نہیں کیا مجھ پر۔؟ کیوں اپنے آپ سے دور کر دیا مجھے؟" گلے میں آنسوؤں کا پلندہ اٹک گیا۔سنہری آنکھوں نے نم ہوتی سیاہ آنکھوں میں دیکھا۔

"یہ بہت ضروری تھا۔تمہیں خود سے دور کرنا نہایت اہم تھا۔" بالاج تھوڑا آگے ہوا میز پر دھرا جیا کا چائے کا کپ اٹھایا۔لبوں سے کپ لگاتے اس نے جیا کی پھولتی ناک محسوس کی تھی۔

"یہ چائے میری تھی۔" دبہ دبہ غصہ۔

"میں بھی تو تمہارا ہوں۔" جیا کے چہرے پر گلال بکھر گیا۔

"میرے ہوتے تو خود سے دور کبھی نہیں کرتے۔" وہ چیختی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"مجبوری تھی۔" آواز دھیمی تھی۔ جیا نے شاک کی کیفیت میں بالاج کو دیکھا۔ وہ بڑے مزے سے اس کی چائے کے ساتھ انصاف کر رہا تھا۔

"کیسی مجبوری۔؟" آنکھیں میچ کر کھولیں۔ وہ ہائپر ہو رہی تھی۔ اسے اپنی صحت کی فکر کرنی چاہیے۔

"میں چاہتا تو وہ سب جاننے کے بعد بھی تمہیں اپنے ساتھ رکھ سکتا تھا لیکن اس سے کیا ہوتا تصویریں بھیجنے والے کو میری کمزوری معلوم ہو جاتی اور وہ ہر ممکن طریقے سے تمہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا۔" بالاج نے اسے سمجھانا شروع کیا۔

"بیٹھ جاؤ جیا سکندر۔" جیا کشمکش میں مبتلا واپس اپنی جگہ بیٹھ چکی تھی۔

"ماں بابا گھر پر نہیں تھے۔ ملازموں پر مجھے اعتبار نہیں۔ جو واحد اعتبار مجھے ہے وہ اس گھر پر تھا اور اپنے گارڈز پر جو چوبیس گھنٹے اس سکندر حویلی کے گرد پہرہ دیتے ہیں۔" بالاج نے انگلی گھمائے آس پاس کی جانب اشارہ کیا۔

"واٹ؟ گارڈز؟" جیا کی حیرت کی انتہا تھی۔ کیا وہ چوبیس گھنٹے پہروں کی ضد میں تھی۔ کیا وہ تعاقب اور حبس کا احساس وہم نہیں تھا۔ اس کا دل دھڑکنے لگا۔ اگر جو کوئی اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا تو؟ آنکھیں بھیگنے لگیں۔

"ہاں کیونکہ میرے لیے تم دونوں کی حفاظت اہم تھی۔" بالاج نے ہونٹ دبائے اپنی مسکراہٹ چھپائی۔ جیا نے پہلے ناسمجھی سے اور پھر حیران نظروں سے بالاج کو تکا۔ چہرہ لال گلابی ہوا تھا۔

"ڈو یو نو۔؟" کبھی نہ ختم ہونے والی بے یقینی تھی۔ بالاج کے لبوں پر خوبصورت مسکراہٹ آن ٹھہری۔

"آئی نو ویری ویل۔" بالاج نے سر کو خم دیا۔ پھر کچھ خفگی سے اسے دیکھا۔

"تم نے مجھ سے کیوں چھپایا۔؟اگر میں وہ رپورٹس نہیں دیکھتا تو شاید کبھی جان ہی نہیں پاتا۔" جیا کا سر جھک گیا۔

"میں بتا دیتی۔" وہ خاموش ہو گئی۔اس خبر سے آگہی بالاج کا حق تھی۔

"لیکن تم نے نہیں بتایا۔ویل، میں نے بہت غلط کیا۔وہ سب جاننے کے بعد کوئی بھی روایتی مرد ایسا ہی کرتا۔ تمہیں گھر سے میں نے نکالا تھا کیونکہ دشمن ہماری تاک میں تھا۔وہ کبھی بھی تمہیں یا ہمارے ہونے والے بچے کو نقصان پہنچا سکتے تھے۔"

"اور ہمارا دشمن کون ہو سکتا ہے۔؟" جیا نے سوال اٹھایا۔

"حریم ناز یا شاید وہاج ملک۔ لیکن ماہیر کا کہنا ہے کہ یہ کام ان دونوں کا ہی نہیں۔بلکہ کوئی ہے تیسرا شخص جو تمہیں مجھ سے دور کر دینا چاہتا تھا۔میں نے اس کی راہ آسان کی تھی۔تاکہ وہ ڈھیلا پڑ جائے اور اس کی یہی لاپرواہی ہماری جیت بن

جائے۔" بالاج نے رک کر اپنا سیل نکالا۔ پھر کچھ کھنگالتے موبائل جیا کی جانب بڑھایا۔ جیا نے اسے تھام لیا۔

"اس روز ان تصویروں کے ساتھ مجھے دو ٹیکسٹ میسج بھیجے گئے تھے۔" جیا نے سکرین پر دیکھا۔ وہاں ایک میسج بالاج کی انا پر چوٹ لگانے کا تھا تو دوسرا جیا سکندر کے متعلق۔

'اگر تو تم چاہتے ہو کہ میں جیا سکندر کو بخش دوں تو اسے خود سے دور کر دو۔'

وہاں لکھا جگمگا رہا تھا۔ جیا کی سیل پر گرفت سخت ہوئی اس نے زور سے موبائل ٹیبل پر پٹکا۔ پھر غصے سے بالاج کو دیکھا۔ وہ اسے ہی دیکھے جا رہا تھا۔ چہرے پر پہلے کی بنسبت اب سنجیدگی تھی۔

"آپ کو لگتا ہے میں اس سب پر یقین کر کے آپ کو معاف کر دوں گی تو یہ آپ کی بھول ہے مسٹر بالاج سکندر۔ میں مجبور ہوں ورنہ ایک پل بھی آپ کی زندگی میں

نہ رہتی۔ بہتر یہی ہے کہ ہم دونوں اپنے راستے جدا کر لیں۔"اس نے دوٹوک بات کی۔ بالاج کے چہرے کے نقوش تن گئے۔

"تمہیں یہ سب اتنا آسان لگتا ہے؟ میں تمہیں چھوڑنے کا سوچ بھی نہیں سکتا اور تم ہو کہ مجھے سمجھنے کی بجائے ٹانٹ کیے جا رہی ہو۔" بالاج کو اس بے وقوف لڑکی پر غصہ آنے لگا تھا۔

"جیا پاگل نہیں ہے، جیا کچھ کہتی نہیں ہے تو جیا کچھ جانتی نہیں ہے۔؟ آپ مجھے تنگ کر رہے ہیں کبھی میرا تعاقب کر کے تو کبھی میرے سامنے آ کر ماضی دوہرا کر۔ مجھے آپ سے بات نہیں کرنی کتنی دفعہ سمجھاؤں آپ کو؟" جیا کی بس ہوئی تھی۔ آنکھوں میں آنسو جمع ہونے لگے۔ بالاج اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں ایک بار پھر سے معافی مانگنا چاہوں گا۔ جانتا ہوں تمہیں اعتماد میں لینا چاہیے تھا لیکن عورت جذباتی ہوتی ہے اسی لیے رک گیا۔ میں نے جو کیا مجھے اس پر افسوس

ہے لیکن۔!" وہ جیا کے صوفے کی ہتھ کے قریب کھڑا تھا۔ نظریں جھکائے جیا کو دیکھتا ہوا۔

"میں تمہیں خود سے جدا نہیں کر سکتا۔ میری سانسیں تم سے بندھی ہیں بھلا کوئی اپنی سانس چھین سکتا ہے کیا؟" جیا نے سر جھٹکا۔ یہ باتیں اس پر اب اثر نہیں کرتی تھیں۔

"میں نے ماں بابا کو نہیں بتایا کہ وہ دادا دادی بننے والے ہیں۔ بتاتا تو شاید وہ میرا قتل کر دیتے۔" وہ ہنس دیا۔ پھر آس سے جیا کی جانب دیکھا۔

"اپنا اور اس کا خیال رکھنا۔ خدا حافظ۔" جیا کی بھری آنکھوں سے ایک آنسو گال پر لڑھکتا گیا۔ بالاج سکندر آگے بڑھا۔ جیا کے عقب سے گزرتے وہ رک گیا۔

"آئی لو یو بوتھ۔(I love you both)۔" جھک کر جیا کے سر پر بوسہ دیا۔ آنکھیں بھیگ گئیں۔ ایک آنسو جیا کے ریشمی سیاہ بالوں میں گر کر فنا ہوا اور پھر وہ تیز تیز قدموں سے باہر نکلتا گیا۔

جیا سن بیٹھی رہ گئی۔آس پاس ہر شے ساکت تھی۔ بھیگی آنکھوں سے زار و قطار گرم سیال بہنا شروع ہو گیا تھا۔دکھ،درد اور ازیت۔کیا نہیں تھا بالاج کی آواز میں۔اس کا کہنا تھا کہ جیا کو اس نے خود سے مجبوری کے تحت دور کیا۔اگر وہ اس کے ساتھ رہتی تو یقیناً دشمنوں کے ہتھے لگ جاتی۔لیکن بالاج نے اس کی حفاظت ترک نہیں کی۔کیا تھا وہ شخص ایک جانب ولن کا روپ دھارے وہ اس پر رتی برابر یقین نہیں کر سکتا تھا تو دوسری ہی جانب وہ اسے اپنا مان بخش کر گیا تھا۔اگر بالاج اس کی حفاظت نہ کرتا تو وہ شاید۔جیا کا ہاتھ بے ساختہ سینے سے نیچے رینگتا گیا۔

"یا اللہ۔" بائیں ہاتھ سے اپنی سسکیاں گھونٹتی وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔کیا قسمت یہی تھی؟

وہ ایک لڑکی تھی،ایک بیٹی ایک بہن تھی،کسی کی بیوی تھی تو سب سے بڑھ کر ماں بننے جا رہی تھی۔اس کا بچہ اس کی کل کائنات تھا۔اسے سمجھوتہ کرنا تھا۔ہاں ہر لڑکی یہی کرتی ہے۔اس کی ماں ہوتیں تو بتاتی کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔لیکن وہ جانتی

www.novelsclubb.com

تھی ہر معاشرے میں لڑکی پر فیصلہ لاگو ہوتا ہے۔اسے ہی سمجھوتے کی بھینٹ چڑھایا جاتا ہے۔شاید اس کی قسمت میں بھی یہی تھا۔

ہر جانب ہو کا عالم تھا۔ایم۔ایس۔مارشل آرٹس سینٹر کے سامنے اس وقت گہما گہمی کا ماحول تھا۔تمام اسٹوڈینٹس چہ مگوئیاں کرتے سینٹر کی جانب اشارہ کرتے کچھ کہہ رہے تھے۔کوئی اونچی آواز میں چیخ رہا تھا تو کوئی بت بنا اس عالیشان عمارت کو تکے جا رہا تھا۔کیا ان کا سفر اتنا ہی تھا؟ کیا وہ عمارت اب اپنی تعمیر کے زیر آجانی تھی؟ کیا اس کا مالک اسے اپنے ہاتھوں سے ریت کی مانند پھسلنے دے گا؟

تمام سوالات ان کے دماغ میں گردش کرتے انہیں دکھ دے رہے تھے۔وہ سب پریشانی اور اضطراب سے کبھی عمارت کی جانب دیکھتے تو کبھی اپنے پیچھے موجود چوڑی سڑک کو۔

"کیا وہ آئے گا؟" کسی تیس بتیس سال کے لڑکے نے اونچی آواز میں پوچھا تھا۔ سوال تھا امید نہیں۔

ان سب کو وہیں چھوڑ کر بڑے سیاہ گیٹ کی جانب آؤ تو جالی دار گیٹ کھلا تھا۔ دونوں پٹ ایک دوسرے سے جدا تھے۔ وہاں سے دو باوردی گارڈ ہاتھوں میں بندوقیں تھامے ایک نوجوان کو اپنے توانا بازوؤں میں بھینچے باہر لا رہے تھے۔ وہ دروازے کے قریب سے گزرے اور آگے بڑھ گئے۔ کسی کی آنکھوں نے یہ منظر سکون سے دیکھا تھا۔

"اب آئے گا اصل مزہ۔" وہاں کھڑا شخص مسکرا دیا۔ دور اسٹوڈینٹس کا شور بلند ہوا کوئی ہنڈا سوک آکر چرر کی کے ساتھ رکی تھی۔ وہ چہرے پر مسکراہٹ سجائے ہاتھ باندھے کھڑے رہے۔ مستند اور چاک و چوبند۔

اب کوئی اسٹوڈینٹس کو بلند آواز میں تسلی آمیز الفاظ کہتا آگے بڑھ رہا تھا۔ انہوں نے ناک کھجائی۔ چچ دی اینڈ۔

اور پھر انہوں نے اپنے سامنے سرخ ڈورے لیے سبز آنکھوں کو دیکھا۔ پھر دراز قد مرد کو۔ وہ ملک تھا۔ ان کا دشمن۔

ملک کے چہرے کے نقوش تنے ہوئے تھے۔ گردن کی نسیں واضح ہو رہی تھیں۔

"کیا تماشا لگا رکھا ہے تم نے۔؟" وہ دھیمی آواز میں غرایا۔ تمام اسٹوڈینٹس نے دم سادھ لیا۔ سیاہ لوہے کے گیٹ بھی خاموشی سے یہ منظر تکنے لگے۔ فریال اور عبید باجوہ ہجوم میں سب سے آگے کھڑے تھے۔ وہ دونوں انہیں باخوبی سن سکتے تھے۔

"مالک تماشا نہیں لگایا کرتے بلکہ لگانے والوں کو چیونٹی کی مانند مسل دیتے ہیں۔ لائک دز۔" شہادت کی انگلی دائیں جانب کی۔ وہاں سے پھر کسی نوجوان کو دھکیل کر باہر نکالا جا رہا تھا۔ اس سے پہلے وہ دہلیز عبور کرتے ملک کا ہاتھ نوجوان کی گردن تک رینگتا گیا۔ نوجوان اور گارڈز جھٹکے سے رک گئے۔

شارق کبیر کا سانس ایک پل کو تھما لیکن پھر وہی سپاٹ چہرہ فکس ہو گیا۔

"یہاں کا اصل مالک کون ہے یہ بات مجھے بتانے کی ضرورت نہیں۔" ملک نے مضبوطی سے اس نوجوان کو گدی سے پکڑ رکھا تھا یوں کہ اس کے ساتھ موجود گارڈز بھی وہیں رکے کھڑے تھے۔ شارق کبیر نے ایک نظر اپنے پیچھے کھڑے سیکرٹری کو دیکھا۔ اس نے اشارہ سمجھتے نیلے رنگ کی فائل آگے بڑھائی۔

"یہ رہے واضح ثبوت۔ ممکن ہے کہ تم چیخو چلاؤ گے نہیں۔" انہوں نے ہنس کر سر جھٹکا۔ ملک نے تیز نگاہوں سے اس فائل کو دیکھا۔ پھر شارق کبیر کو دوبارہ پھر سے فائل کو۔ نوجوان کی گردن چھوڑ دی۔ گارڈز دور ہو گئے۔ نوجوان ملک کے پیچھے چھپ گیا۔ تمام طلبہ نے خوفزدہ نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

www.novelsclubb.com

"یہ کاغذ کے دو ٹکڑے کسی کی ملکیت نہیں بتلا سکتے۔" ملک نے آبرو سے فائل کی جانب اشارہ کیا۔

"مان لو ملک کہ تم سے اپنی شکست قبول نہیں۔ یہ کاغذ کا ٹکڑا نہیں اس سینٹر اور پراپرٹی کے کاغذات ہیں۔ جن پر میرا حق ہے۔ میں اس سب کی ملکیت کا دعویٰ کرتا

ہوں۔کیونکہ اس کے لیگل پرنٹس آؤٹ میرے پاس ہیں اور وہ۔۔"اس سے پہلے وہ مزید کچھ کہتے ملک نے جھٹ سے پینٹ کی جیبوں سے کوئی شے برآمد کی۔

"You mean this?"سبز آنکھوں سے تائید چاہی۔ہاتھ میں چند کاغذات تھے۔دو تہوں میں بند پرچہ جات۔اسٹوڈینٹس کا شور بلند ہوا۔ملک سر۔ کی آوازیں ماحول میں ارتعاش پیدا کر گئیں۔

"کیا ہے یہ۔؟"شارق کبیر کے گرد خطرے کا الارم بجا۔ہر جانب سرخ رنگ اور ٹوں ٹوں سائرن کی آواز بجنے لگی تھی۔

ملک نے سر کو خم دیتے کاغذات کی ایک تہہ کھولی پھر دوسری۔تمام کاغذات کو الٹایا۔شارق کبیر دیکھ سکتے تھے۔وہ مہر شدہ کاغذ تھے۔اصل مالک کا نام ان کاغذات پر درج تھا۔

"شیر کی کچھار میں ہاتھ ڈالنے سے قبل اسے زیر کرنے کے گر سیکھ کر آنے تھے۔چچ"سر نفی میں ہلایا۔شارق کبیر کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید پڑ گیا۔انہوں نے

بھینچی مٹھیاں کھولیں اور کاغذ ملک کے ہاتھ سے جھپٹنے چاہے۔ملک بدک کر دور ہوا۔

"نہ۔نہ۔نہ۔کوشش بھی مت کرنا ورنہ میرے اسٹوڈینٹس تمہارے ان حرام زادوں سے کئی زیادہ ہیں بس جذباتیب نہیں دکھاتے۔"انگلی سے چاروں اطراف اشارہ کیا۔پھر چہرہ شارق کبیر کے قریب لایا۔ان کا چہرہ اب سرخ ہو رہا تھا۔سیکرٹری کے ماتھے پر پسینے کی بوندیں تھیں۔کاغذات اسے دیے گئے تھے۔اسے چیک کرنا چاہیے تھا لیکن یہ کیا ہو گیا۔لیگل پیپرز تو اصل مالک کے پاس تھے۔اور وہ صرف دعوے دار نہیں بلکہ حقدار تھا۔

www.novelsclubb.com

"اپنی عزت چاہتے ہو تو یہاں سے نکل جاؤ ورنہ ذلالت سے کوئی نہیں بچا سکتا۔"ملک نے کاغذ واپس جیب میں اڑسے۔تمام اسٹوڈینٹس کو دیکھا۔وہ آنکھوں میں حیرانی اور خوشی کے تاثرات لیے اسے ہی دیکھ رہے تھے وہ دھیما سا مسکرا دیا۔

"عزت اور ذلت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔"

"بالکل۔" ملک نے زور و شور سے سر ہلایا۔ جیب میں رکھا موبائل ایک دم تھرتھرایا تھا۔ ملک کی مسکراہٹ گہری ہوتی گئی۔

"اللہ جسے چاہے عزت دے اور۔۔۔۔ جسے چاہے ذلت۔" آدھا جملہ شارق کبیر کو دیکھتے کہا تھا۔ انہوں نے لب بھینچ لیے۔ تماشا تو لگ گیا تھا۔ ذلت تو مل گئی تھی۔ وہ پلٹے۔ غصے سے سیکرٹری حماد کو تکا۔ لیکن اس کا چہرہ دیکھتے ہی وہ چونک گئے۔

"سس۔ سر۔ سر۔" اس کے ہاتھوں میں ٹیبلٹ تھا۔ وہ عینک لگائے خوف و ہراس سے اسے ٹکر ٹکر دیکھ رہا تھا۔ ہاتھ کپکپا رہے تھے۔ شارق کبیر نے ٹیبلیٹ کھینچا۔ غصے سے بھرپور نظر حماد پر ڈالتے دوسری اسکرین پر ڈالی۔ انہیں لگا آسمان ٹوٹ پڑا ہے یا زمین پھٹ گئی ہو۔ وہ ہوا میں معلق ہو کر رہ گئے تھے۔

دور مجمعے میں کھڑی بسمہ شارق کا چہرہ بھی اس وقت بے تاثر اور سپاٹ تھا۔ آنکھیں سرخ تھیں اور بائیں ہاتھ میں تھامے موبائل سے آوازیں چیخ چیخ کر سنائی دے رہی تھیں۔

"ایک عرصہ پہلے میں نے تمہیں ایک بات کہی تھی کہ زن اور زر کی لالچ سے نکل آؤ یہ تمہیں اور تمہاری شان و شوکت کو مٹی میں ملا دیں گی اور دیکھو۔" ہاتھ کی ہتھیلی معصومانہ انداز میں ٹیبلیٹ کی جانب اٹھائی۔

شارق کبیر کی نظریں ٹیبلیٹ پر جمی ہوئی تھیں۔ نیوز کاسٹنگ دوبارہ شروع ہوئی تھی شاید بارہ بجے کی ہیڈ لائنز چلنے لگی تھی۔

"ساتھ ہی ساتھ آپ کو بتاتے چلیں کہ شہر کے مشہور بیوروکریٹ شارق کبیر اور ماڈل انزلہ کا اسکینڈل سر عام آگیا۔ شارق کبیر جیسے نام کے شرفاء ایک مشہور ماڈل انزلہ کے ساتھ کلب میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ صرف یہی نہیں نا جانے کتنی لڑکیاں۔۔۔" وہ مزید کہہ رہی تھی لیکن شادق کبیر کا سانس رک چکا تھا۔ اسکرین پر ان کی اور انزلہ کی لائیو فوٹیج چل رہی تھی۔ ساتھ ہی ان کے دوسرے سیاہ اعمال نامے دکھائے جا رہے تھے۔ شارق کبیر نے ٹائی کی گرہ درست کی۔ گریبان میں اٹکی عینک ہاتھ میں تھامی۔ سیکرٹری کو اشارہ کرتے وہ ملک کی جانب پلٹے۔

"دیکھ لوں گا میں تمہیں۔" عینک والا ہاتھ اٹھائے وہ چبا چبا کر بولے۔

"چشمہ لگا کر دیکھنا صاف نظر آؤں گا۔" عینک چھین کر ان کی آنکھوں پر چڑھائی پھر گال تھپتھپاتے وہ ایک طرف ہو گیا۔ گویا ان کے جانے کی راہ ہموار کی۔ وہ تیزی سے ایک سائڈ سے ہو کر نکلے۔ آگے طلبہ کا جمگھٹا تھا جو خود بخود ادھر ادھر بکھرتا گیا اور وہ درمیان سے سر جھکا کر گزرتے گئے۔ ان کے پیچھے ہی گارڈز اور سیکرٹری تھے۔ تمسخرانہ نگاہیں، مدھم ہنسی، اور چابک کی طرح لگتے جملے۔ وہ کلس کر رہ گئے۔ ہجوم کے دہانے پر وہ کھڑی تھی۔ ان کی نظر اس کی جانب اٹھی۔ آنکھوں میں سرخی لیے وہ ان کے قریب آئی۔ بازو سینے پر بندھے تھے۔

www.novelsclubb.com

"افسوس کہ میں آپ کی بیٹی ہوں اور آپ باپ لیکن۔ آپ تو باپ کہلانے کے بھی لائق نہیں۔" بازو پہلوؤں میں جھول گئے۔ چہرے پر کرب ابھرا۔ وہ ان کی بیٹی تھی آہ!

"Do it on your own belief"

"وہ کرو جو تمہارا دل چاہتا ہے۔اور بیٹی کا دل کبھی نفرت نہیں کر سکتا۔" وہ آگے بڑھنے لگے۔

"آپ جیسا شخص باپ کے نام پر بھی دھب۔۔" وہ کچھ کہنے لگے تھی۔غصے سے پھنکارتے ہوئے۔

"بسمہ!" وہی تنبیہہ لہجہ۔گہری سانس بھرنے کی آواز۔وہ اپنی جگہ جم گئی۔شارق کبیر کب کے آگے بڑھ چکے تھے۔اس نے پلٹ کر دیکھا۔مومن نفی میں سر ہلاتا اسے سرزنش نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"مم۔مومن۔" وہ ملک کی طرف چل دیا۔بسمہ وہیں کھڑی رہ گئی۔ہاتھ خالی تھے۔کیا دل بھی؟

"بھائی یہ سب کیا تھا۔؟" چہرے پر خوشگوار حیرت تھی۔ملک نے تیکھی نظروں سے اسے دیکھا۔پھر سامنے۔وہاں بسمہ نہیں تھی۔

"کم از کم وہ نہیں تھا جو تم نے کیا۔" اسٹوڈینٹس اندر آنا شروع ہو گئے تھے۔ سب کے چہرے خوشی اور جیت کی سرشاری سے مسکرا رہے تھے۔

"بھائی! چھوڑ دیں اسے۔ یہ بتائیں آپ نے یہ سب کیسے کیا؟" وہ جھنجھلایا۔

ملک نے جواب نہیں دیا یونہی چلتا ہوا وہ بیسمنٹ میں موجود کنٹرول روم میں آ گیا تھا۔ مومن نے بھی اس کی تقلید کی۔

"بھائی۔۔" بے چارگی سے پکارا۔ ملک سامنے موجود سکرین کو دیکھ رہا تھا۔

"میں نے وہی کیا جو ایک شخص اپنی بقا کے لیے کرتا ہے۔ میں نے اپنی عقل استعمال کی۔ جو شاید تمہارے پاس نہیں ہے۔" مومن کا منہ کھل گیا۔

"آپ مجھے بے وقوف کہہ رہے ہیں۔؟" یقین نہیں آیا تھا۔ ملک ہلکا سا مسکرایا۔

"نہیں۔ لیکن تم نے وہ نہیں کیا جو کرنا چاہیے تھا اور یہی تمہاری کمزوری ہے تم اپنے معمالات میں دوسروں کو بھول جاتے ہو۔ اب یہ بتاؤ تمہیں کیسے معلوم ہوا

بسمہ شارق کبیر سے ملنے گئی تھی۔"مومن نے منہ بگاڑا۔ہاتھ پاکٹ میں ڈال لیے۔ایک بار پھر اس کا زکر۔

"ظاہر ہے جیسے آپ کو ڈھونڈا تھا۔اور ان تمام اسٹوڈینٹس کے موبائل میں جی پی ایس ٹریک۔۔"اس کے لفظوں کو بریک لگی۔آنکھیں حیرت کی زیادتی سے پھیل گئیں۔

"مم۔مطلب آپ۔۔نے ان کی کال ریکارڈ سنے ہیں۔اسمارٹ۔" گلے میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔ساتھ ہی ادھر ادھر دیکھا وہاں کوئی نہ تھا۔شکر۔

"بالکل کیونکہ شارق کبیر والا معاملہ تمہارا نہیں تھا اس لیے۔"وہ خاموش ہو گیا۔مومن گہری سوچ میں ڈوب گیا۔انہوں نے تمام اسٹوڈینٹس کے موبائل ہیک کیے ہوئے تھے۔کوئی ای میل،کال یا میسج تھا وہ اسٹوڈینٹس تک پہنچنے سے پہلے ان تک آتا تھا۔

مومن نے ملک کو دیکھا وہ آنکھوں میں سوال لیے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ کھسیانی ہنسی ہنس دیا۔

"تھپڑ کیوں مارا اسے۔؟" دوٹوک استفسار۔ مومن کی سٹی گم ہوئی۔

"ریفلیکس ایکشن تھا میرا۔ میں آپ کے معاملے میں کسی کی نہیں سن سکتا۔" کندھے ڈھلک گئے۔

"معافی مانگو گے اس سے۔" اب کی بار نصیحت اور تنبیہہ ساتھ تھی۔

"اوکے مانگ لوں گا۔" نرمی سے کندھے اچکا کر وہ باہر نکل گیا۔ ملک کے ذہن میں پہلا خیال جیا سکندر کا آیا تھا۔ اور پھر بالاج سکندر۔ جیا اسے اتنی آسانی سے معاف نہیں کرے گی۔ وہ جانتا تھا کیونکہ وہ خود تو معاف کرنے والوں میں سے تھا لیکن اس کی بہن نہیں۔ ابھی اسے معید سکندر لوگوں سے بھی ملنا تھا۔ آہ، تمام غم دوبارہ زندہ ہونے تھے۔

جہانداد ملک کی حویلی پر اگست کی صبح سوگوار اتر رہی تھی۔ ملازمین جلدی جلدی اپنا کام نمٹا رہے تھے۔ حویلی کے اندر داخل ہو تو تمہیں جہانداد ملک ناشتے کی میز پر کروفر سے بیٹھے نظر آئیں گے۔ وہ اکیلے تھے۔ وہاں اس میز پر وہ تھے یا پھر ان کی تنہائی۔ انہوں نے ایک بار پھر سے سر جھٹکا۔ تنہائی کا کیا ہے۔ ہک ہا۔

ناشتے کی طویل میز بالکل خالی تھی۔ میز پر انواع واقسام کے لوازمات چنے گئے تھے۔ ان کی نظر فروٹس کے ساتھ رکھی چھڑی پر اٹک گئی۔ وہ پلک جھپکے بنا اسے دیکھتے گئے۔ ذہن کے پس منظر میں صوفیہ ابراہیم کا خاکہ ابھر رہا تھا۔ وہ یہاں سے جا چکی تھی۔ اس بات نے جہانداد ملک کو آگ بگولہ تو بہت کیا لیکن وہ پیچ وتاب کھاتے رہ گئے۔ ندیم دارا کی موت کی خبر بھی انہیں مل چکی تھی۔ اور وہاج، کیا وہاج ٹھیک ہو گا؟

ہاں وہ ان کے ساتھ نہیں تھا۔ جہانداد ملک کی آنکھوں کے سامنے کل رات کا ہوا واقعہ ابھرنے لگا۔ وہ لاؤنج میں بیٹھے ٹی وی پر نئی تازہ ترین اور چٹ پٹی خبر سن رہے تھے۔ جب ٹرالی بیگ گھسیٹنے کی آواز نے ان کی محویت میں خلل ڈالا۔ انہوں نے دیکھا ان کے دائیں جانب وہاج ملک آ کھڑا ہوا تھا۔

ایک ہاتھ سے بیگ تھامے وہ دوسرے ہاتھ کی مٹھی بھینچے آنکھوں میں سرد پن لیے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"تم کہیں جا رہے ہو۔؟" جہانداد ملک کو تعجب نے آن گھیرا۔

"جی۔ ہمیشہ کے لیے۔"

"مطلب۔ اور کہاں جا رہے ہو اس وقت۔؟" وہ ٹیک چھوڑے صوفہ پر آگے کو ہو بیٹھے۔ وہاج کی آنکھوں میں بے زاری اور زخمی پن تھا۔

www.novelsclubb.com

"میں جہاں مرضی جاؤں آپ کو اس بات سے کوئی غرض نہیں ہونی چاہیے۔" تیز لہجہ۔

"کیوں میں باپ۔۔" وہ بولنے لگے۔

"بس کر دیں یہ ڈراما۔ باپ نہیں ہیں آپ۔ بس کر دیں۔" ان کی بات بیچ میں ٹوکتے وہ چیخ اٹھا۔ آنکھوں کی سرخی بڑھنے لگی۔

"باپ ہوتے تو کسی کی اولاد نہ چھینتے۔ باپ ہوتے تو خود سے اول اپنی اولاد کو رکھتے۔ لیکن افسوس آپ تو باپ ہی نہیں۔ ایک گناہ کو اپنے آستین میں کیوں پروان چڑھایا۔؟" آخر میں آواز بلند اور نمی سے بھر گئی تھی۔ جہانداد ملک بری طرح چونک گئے۔

"مم۔ مطلب؟" بمشکل لب کھولے۔

"ہنہہ۔ مطلب یہی کہ کسی کی ناجائز اولاد کو اپنے گھر میں پناہ کیوں دی۔ اسے اپنے جیسا گھٹیا انسان کیوں بنایا کہ وہ دنیا کو اچھائی کی نظر سے دیکھ ہی نہیں پایا۔" جہانداد ملک کے اعصاب چٹخنے لگے۔ ان کے آگے حیرت کا سمندر تھا۔

"نا۔ ناجائز۔ لل۔ لیکن تم تو ابراہیم۔۔؟" ان سے بولا ہی نہ گیا۔

"غلط تھا۔ سب جھوٹ تھا۔ فریب تھا۔ جس بچے کو آپ ابراہیم داؤد کی اولاد سمجھ رہے ہیں وہ میں نہیں ہوں۔ میں تو آپ کے اس دوست کا بیٹا ہوں جسے آپ نے اور آپ کی لالچ نے مار ڈالا۔" وہ کوئی اور تھا۔ وہ وہاج ملک نہیں تھا جسے جہانداد ملک جانتے تھے۔

www.novelsclubb.com

"جج۔ جھوٹ ہے یہ۔" وہ غیض و غضب سے غرائے۔ وہاج طنزیہ ہنس دیا۔

"جھوٹ کیا تھا اور سچ کیا ہے آپ کو جلد ہی معلوم ہو جائے گا۔ میں جا رہا ہوں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔ اس گناہوں کی زندگی سے چھٹکارا حاصل کرنے۔ خدا حافظ۔" وہ پلٹا لیکن جہانداد ملک کے الفاظوں نے قدم جکڑ لیے۔

"یہ زندگی گناہوں کی دلدل ہے۔اس سے چھٹکارا پا بھی لو تو گناہوں کی بخشش نہیں۔وہ کبھی تمہارے گناہوں کو معاف نہیں کرے گا۔"ان کا اشارہ اس ذات کی طرف تھا جو ہر ایک کی توبہ قبول کرتا ہے۔وہاج ملک چند ثانیے کو خاموش ہو گیا۔اور جب بولا تو لہجے میں صدیوں کی تھکان تھی۔

"کسی نے کہا تھا اس ذات سے معافی مانگنے سے قبل اس کے بندوں سے مانگو۔کیونکہ وہ حقوق اللہ سے پہلے حقوق العباد کو دیکھتا ہے۔"وہ رکا نہیں۔تیز اور لمبے قدموں سے باہر نکل گیا۔

جہانداد ملک چونک کر حال میں لوٹے تھے۔انہوں نے گہری سانس کھینچتے دائیں جانب باہر دیکھا۔قد آور گلاس ونڈو کے اس پار مالی پودوں کی کانٹ چھانٹ کر رہا تھا۔مرجھائے ہوئے پودے دوبارہ کھل اٹھنے تھے۔باسی ٹہنیاں اتر جانا تھیں۔بالکل اسی طرح جیسے کچھ لوگوں کے ہماری زندگی سے چلے جانے کے بعد ویرانی ختم ہو جاتی ہے۔کیونکہ؛

'کچھ لوگوں کا ہماری زندگی سے چلے جانا ہی بہتر ہوتا ہے۔'

جیا سکندر اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑی تھی۔ نارنجی سورج کی کرنیں، صبح کی تازگی اور دل سے ہٹا بوجھ اسے خوشگوار احساس بخش رہا تھا۔ وہ ہلکا سبز رنگ زیب تن کیے ہوئے تھی۔ دوپٹہ شانوں پر سلیقے سے سیٹ تھا۔ سیاہ لمبے بال آبشار کی طرح پشت پر بکھرے تھے۔ ہاتھ سینے پر باندھے اس کی نظریں سامنے موجود گھروں کا طواف کر رہی تھیں۔ کسی احساس کے تحت وہ ایک دم پلٹی۔ لیکن شاید اس کا وہم تھا۔ اس نے دوبارہ سامنے دیکھا۔ نیچے موجود چوکیدار کسی کی آمد پر گیٹ کھول رہا تھا۔

"اینجل۔" اس کے لب مسکرا اٹھے۔ دروازے سے ماہیر سکندر اندر داخل ہو رہا تھا۔ وہ بھاگ کر کمرے سے باہر نکلی۔ سیڑھیاں اترتے لاؤنج میں آنے تک ماہیر سکندر اندر داخل ہو چکا تھا۔

"السلام علیکم۔" ایک دم اس کے چہرے کی خوشی کہیں کھو گئی۔ اسے یاد آیا وہ تو اس سے ناراض تھی۔

"واعلیکم السلام۔" آہستگی سے کہتے وہ وہاں رکھے صوفوں کی جانب بڑھی۔ ماہیر نے اس کا روکھا رویہ بغور نوٹس کیا تھا۔

"جیا۔" ماہیر نے اسے پکارا جو صوفے پر بیٹھے اپنے آنسوؤں پر پل باندھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ آگے بڑھ کر اس کے ساتھ جا بیٹھا۔ نرمی سے اسے کندھوں سے تھامے اس کا رخ اپنی جانب کیا۔

"رو کیوں رہی ہو۔؟" وہ حیران ہوا۔ اس کی ناک سرخ ہو رہی تھی۔ وہ کچھ نہیں بولی۔

"جیا ادھر دیکھو میری طرف۔" ٹھوڑی اونچی کی۔

"کیوں چھپایا خود کو۔؟ ہماری محبت کو کیوں آزمایا آپ نے۔؟" وہ اس کے ہاتھ جھٹکتی دور ہوئی۔ ماہیر نے کچھ کہنا چاہا لیکن وہ بول رہی تھی۔

"آپ کو کبھی اپنی بہن کی یاد نہیں آئی۔؟ کبھی نہیں سوچا کہ جیا سکندر کس حال میں ہو گی۔؟ وہ زندہ ہے بھی یا نہیں۔؟ جن لوگوں کے ساتھ وہ رہ رہی ہے وہ اس کا خیال بھی رکھتے ہیں یا نہیں۔ کہیں وہ کسی ظلم کا شکار تو نہیں۔؟" ہچکیاں بندھ گئیں۔ اس کے رونے اور بولنے کی آواز ماہیر سکندر کو انگاروں پر لپیٹ رہی تھی۔ وہ اسے خاموش کروانا چاہتا تھا لیکن ہمارے چاہنے سے کیا ہوتا ہے۔

"میں تھک گئی ہوں بھائی۔ میں خود کو خود سے باندھتے باندھتے تھک گئی ہوں۔ مجھے احساس ہی نہیں رہا کہ جیا نے آخری بار کب اپنا سوچا تھا۔ کیونکہ اس کی سوچوں کا مرکز تو وہی اپنے تھے جو اس کے نہیں رہے۔ آپ جانتے ہیں بھائی۔ منہا کی رخصتی پر اسے قرآن کے سائے تلے رخصت کرنے والا اس کا بھائی اس کے ساتھ تھا لیکن میرے ساتھ کون تھا؟ نہ ماں نہ باپ اور نہ ہی آپ۔" وہ بلک بلک کر

رونے لگی۔ماہیر کی آنکھوں میں نمی اتر رہی تھی۔اس نے آگے بڑھ کر جیا کو گلے سے لگایا۔

"آپ نہیں تھے بھائی۔میرے ساتھ کوئی اپنا نہیں تھا۔سب کہتے تھے جیا خوش ہے،جیا ہنس مکھ ہے چلبلی ہے لیکن دل کا درد کوئی نہیں سمجھتا تھا۔بچپن سے لے کر آج تک آپ سب کی تصویروں کے سہارے زندگی گزاری ہے میں نے پھر ایک دم آپ آ گئے۔ماہیر سکندر واپس آ گیا۔کیوں؟واپس آنا تھا تو تب آتے نا جب جیا اکیلی تھی۔جب اسے مینٹلی اور ایموشنلی کسی کی سپورٹ چاہیے تھی۔جب بالاج سکندر نے اسے دھتکار دیا تھا۔"آواز بلند تھی۔ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچی ہوئی ماہیر سکندر کے سینے پر رکھی تھیں۔وہ ہولے سے اس کا سر تھپک رہا تھا۔لیکن وہ مسلسل آنسو بہائے جا رہی تھی۔

"رونا بند کرو جیا۔میرا دل پھٹ جائے گا۔تمہارے آنسو مجھے تکلیف دے رہے ہیں۔"وہ ضبط کی انتہاؤں کو چھوتا ہوا بولا تھا۔جیا سکندر ساکت ہو گئی۔یہ وہ مضبوط

www.novelsclubb.com

اینجل تو نہ تھا۔ماہیر نے اسے خود سے دور نہیں ہونے دیا۔وہ اس کی بہن تھی۔ماں باپ کے بعد وہی اس کا سب کچھ تھا۔وہ کیسے اسے خود سے جدا کر سکتا تھا۔اسے اپنے فیصلوں پر پچھتاوا ہونے لگا۔

پشیمانی ہر چیز پر غالب آ رہی تھی۔چند آنسو لڑیوں کی مانند اس کی آنکھوں سے نکلتے جیا سکندر کے بالوں میں جذب ہو گئے۔

"آپ اب کہیں نہیں جائیں گے ناں؟"ایک آس تھی۔ملک نے اس کے سر پر بوسہ دیتے اسے بیچھے کیا۔روئی روئی سرخ متورم آنکھیں گالوں پر بہتے آنسو۔ماہیر کا دل کٹ کر رہ گیا۔

www.novelsclubb.com

"کبھی کہیں نہیں جاؤں گا۔اپنی بہن کے ساتھ رہوں گا اپنی جیا سکندر کے ساتھ۔"اس نے جیا کی پیشانی کو چھوتے وعدہ کیا تھا۔اور ایک عادت جوان دونوں میں اٹل تھی وہ یہ کہ وہ دونوں اپنا وعدہ نبھانا اچھے سے جانتے تھے۔

"ہمیشہ؟"یقین دہانی چاہی۔

"ہمیشہ۔زندگی کی چلتی آخری سانس تک۔"ماہیر نے اس کے گالوں پر سے آنسو صاف کرتے جیا کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھرا۔

"اب نہیں رونا۔شاباش خاموش ہو جاؤ۔"جیا نے نم آنکھوں سے سر اثبات میں ہلایا۔پھر وہ گہری سانس بھر گئی۔اس کی زندگی آج مکمل ہوتی اگر بالاج۔۔۔

"جیا۔اب تو تم ناراض نہیں ہو نا؟"اس کی سوچوں کا تسلسل ٹوٹا۔ماہیر کے سوال پر وہ دل سے مسکرائی۔

"بالکل بھی نہیں ہوں۔"

"تمہارے بہت سے سوالات ہو سکتے ہیں مجھے لے کر تو تم۔۔"اس کی بات جیا نے نفی میں سر کو جنبش دیتے کاٹی تھی۔

"مجھے میرا بھائی میرا محافظ مل گیا ہے مجھے کسی سوال کا جواب نہیں چاہیے۔" وہ اس بائیں جانب بیٹھی تھی۔ سر کو دائیں جانب خم دیتے اس کے کندھے پر سر ٹکا گئی۔ وہ بھی مسکرا دیا۔ پھر ایک دم اسے جیسے کچھ یاد آیا تھا۔

"اہم۔ مجھے تمہیں کسی سے ملوانا تھا۔" گلا کھنکار کر اس کی توجہ چاہی۔ جیا کے کان کھڑے ہوئے۔

"کک۔ کس سے؟ کہیں آپ نے شادی تو نہیں کی ہوئی۔؟" ماہیر کے گلے میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔ وہ اس سے دور ہوئے آنکھوں میں سوال لیے اس سے پوچھ رہی تھی۔

"نن۔ نہیں۔" بے ساختہ وہ بول گیا۔ بعد میں اپنے الفاظ کا احساس ہوا۔ لیکن ہمیشہ کی طرح وہ اپنے الفاظ کا غلام بن چکا تھا۔

www.novelsclubb.com

‘‘شکر۔مجھے لگا کہ آپ نے میرے بغیر شادی کر لی ہے۔"اس کی آنکھوں میں تشکر تھا۔ہر بہن کی طرح وہ بھی اپنے بھائی کو سہرے میں دیکھنا چاہتی تھی۔ماہیر نے نظریں چرائیں۔دل میں سو دفعہ خود کو ملامت کیا۔

‘میں نے ٹھیک کہا ویسے بھی میری کون سی شادی ہوئی ہے صرف نکاح ہی تو ہوا ہے۔’خود کو تسلی دی۔

‘‘فی الوقت مجھے تمہیں کسی اور سے ملوانا ہے لیکن وعدہ کرو اوور ریئکٹ نہیں کرو گی۔"جیا نے سر کو خم دیا۔ماہیر کی نظریں دروازے کی جانب اٹھیں۔

‘‘اندر آ جاؤ۔"بلند آواز میں کسی کو بلوایا تھا۔دروازے کی چوکھٹ پر کسی کا سایہ ابھرا۔پھر اس کا دراز قد واضح ہوا۔وہی چہرہ،وہی سیاہ بال اور سیاہ آنکھیں۔مجرم کی طرح جھکی گردن۔جیا کرنٹ کھا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔بے یقینی سے ماہیر کو تکا۔وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے تحمل کا اشارہ کر رہا تھا۔جیا کا پارہ چڑھ گیا۔

"وہاج۔" جیا کے لب ہلے۔ آنکھوں کے سامنے وہ تمام دن کسی پھرکی کی طرح گھوم گئے۔ وہ چکرا کر رہ گئی۔

"یہ گھٹیا انسان میرے گھر میں کیا کر رہا ہے۔" آواز اونچی تھی۔ سرخ نظریں اسے اندر تک اسکین کر رہی تھیں۔

"جیا کالم ڈاؤن۔ وہ مجرم ہے تمہارا۔" ماہیر بھی کھڑا ہو گیا۔

"یہ صرف میرا نہیں نا جانے اور کتنی لڑکیوں کا مجرم ہو گا۔ اسے نکالیں باہر بھائی ورنہ میں کچھ غلط کر جاؤں گی۔" وہ غرائی تھی۔ وہاج ملک نے زرا کی زرا نگاہ اٹھائے اسے دیکھ دوبارہ نگاہیں جھکا لیں۔

"میں تم سے معافی مانگنا چاہتا ہوں جیا۔" اس کی آواز دھیمی تھی لیکن جیا کو سنائی دے گئی۔ وہ ایک دم ٹھہر گئی۔ ناگواری سے اسے دیکھا۔

www.novelsclubb.com

"معافی؟ مجھے برباد کرنے کی مزید کسر اٹھا رکھی ہے تم نے جو یہاں چلے آئے۔ پہلے وہ تصویریں اور اب خود۔ کیوں ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑے ہو کیا بگاڑا ہے میں نے تمہارا۔ بخش دو مجھے۔" جیا نے ہاتھ باندھے۔ ماہیر نے شش کہتے اسے قابو کیا۔ غصہ اس کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔

"بھائی چھوڑیں مجھے۔ اس نے مجھے تباہ کر دیا ہے میں اس کا منہ نوچ لوں گی۔" لہجے میں بے بسی تھی۔ ابھی ماہیر اسے چھوڑے اور وہ چیل کی طرح اس پر جھپٹے۔

"وہ تمہارا مجرم ضرور ہے لیکن وہ تصویریں اس نے سینڈ نہیں کی تھیں بالاج کو۔" جیا کی مزاحمت دم توڑ گئی۔ اب کی بار آنکھوں میں آنسو جمع ہو گئے۔ بالاج نے ٹھیک کہا تھا کیا؟ واقعی ان کا دشمن کوئی تیسرا شخص تھا؟

"ایک۔ ایک دفعہ دل سے معاف کر دو پلیز۔" وہاج نے دونوں ہاتھ جوڑ لیے۔ آنکھوں سے چند قطرے ہاتھوں پر گرے تھے۔ اس نے ایک لڑکی کی ذات کو مسخ کر دیا تھا۔ وہ کتنی اذیت میں ہو گی؟

"کس کس سے معافی مانگو گے وہاج ملک؟ اگر میرے معاف کرنے سے تمہارے گناہ کم ہوتے ہیں تو سنو۔" وہ ماہیر کی ڈھیلی گرفت سے آزاد ہوئی۔ سانس ہموار کرتے وہاج کو قہر آلودہ نظروں سے دیکھا۔ وہ گند اس کے گھر میں کھڑا تھا اسے اس شیطان کو اپنے گھر سے نکالنا تھا۔ جلد از جلد۔

"میں نے تمہیں اس دن ہی معاف کر دیا تھا جب تم میری زندگی سے گئے تھے۔ تمہاری دلی تسکین کے لیے میں ایک بار پھر سے تمہیں معاف کرتی ہوں۔ جاؤ آزاد ہو جاؤ اپنے گلٹ سے کہ جیا سکندر نے تمہیں دل سے معاف کر دیا۔ آئندہ کبھی اپنی شکل مت دکھانا مجھے۔ بہتر ہو گا پُر سکون اور مطمئن زندگی گزارو۔ اور چھوڑ دو یہ سب۔" وہ چہرہ موڑ گئی۔ وہاج نے اسے دیکھا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"شکریہ۔" فقط ایک لفظ اور وہ وہاں سے چلا گیا۔ وہاج ملک کا باب جیا سکندر کی زندگی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا تھا۔ جیا پر سکون تھی۔ ماہیر جانچتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ جیا نے اسے مسلسل خود کو گھورتے پا کر جھنجھلا کر پوچھا۔

"ایسے کیوں گھور رہے ہیں۔؟" وہ واپس جا بیٹھی۔ سر درد سے پھٹنے کو تھا۔ اسے پین کلر لینی چاہیے۔

"تم نے وہاج کو معاف کر دیا اور بالاج؟ اس کا کیا؟ اس کا جرم اتنا بڑا تو نہیں۔" ماہیر کے دل میں دوست کے لیے ہمدردی جاگی تھی۔ جیا نے آنکھیں گھمائیں۔

"جیا۔ میری بالاج سے بات ہوئی تھی۔ اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ مجبور تھا۔" ماہیر نے ہاتھ اٹھائے اسے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

"مجبور۔؟" وہ استہزایہ ہنسی۔

"ہاں کیا تمہیں لگتا ہے بالاج اتنی بڑی خبر سننے کے بعد تمہارے ساتھ ایسا کرنے کا روادار تھا؟ نہیں۔ایک دن پہلے اسے معلوم ہوا کہ وہ باپ بننے والا ہے۔وہ یہ سب تمہارے منہ سے سننا چاہتا تھا۔لیکن اگلی ہی صبح وہ ہوا جو نہیں ہونا چاہیے تھا۔وقتی غصہ تھا اسے۔بالاج کی انا کی لکیر بہت اونچی ہے اسے ٹھیس پہنچی تھی۔اس نے تمہیں گھر سے نکالا کیونکہ یہی ٹھیک تھا بس انداز اور رویہ غلط تھا۔لیکن اس نے تمہاری حفاظت کی اور اب تک کر رہا ہے۔" وہ کہہ کر خاموش ہوا۔ پھر اس کے سامنے صوفے پر بیٹھ گیا۔جیا ایک ایک لفظ غور سے سن رہی تھی۔

"فرض کرو اگر وہ تمہیں خود سے دور نہیں کرتا تو کیا ہوتا؟ وہ لوگ جن کا میسج اس روز آیا تھا وہ ایک گھر میں باآسانی تمہیں نقصان پہنچا سکتے تھے۔اور پتا ہے کیا انہیں سکندر حویلی کا نہیں معلوم۔یہاں کے ایک ایک ملازم پر بالاج کو اعتبار تھا اسی لیے تمہیں خود سے دور کر دیا۔" جیا نے سر جھٹکا۔

www.novelsclubb.com

"وہ مجھے بتا سکتے تھے۔اعتماد میں لے سکتے تھے۔اور پھر انہوں نے اعتبار تو دور گھر سے نکال دیا مجھے اور وہ بھی تنہا۔" وہ غصے سے بولی۔

"کس نے کہا تم تنہا تھیں؟" ماہیر سکندر اس سب میں پہلی بار مسکرایا۔جیا نے چونک کر اسے دیکھا۔

"میں تمہارے ساتھ تھا۔ہمیشہ کی طرح کیونکہ مجھے تمہارا محافظ پیدا کیا گیا ہے۔" اس نے ٹیبل پر دھرا اپنا موبائل اٹھایا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"اس کے ساتھ تم خطرے میں تھیں۔تم بھی اور تمہارا بچہ بھی لیکن اب تم محفوظ ہو۔دل صاف رکھو جیا۔دل گدلا ہو گا تو تمہیں ہر شخص کی صفائی دل کی آنکھ سے دھندلی نظر آئے گی۔" وہ کہہ کر چلا گیا۔جیا سکندر وہیں رہ گئی۔اسے ایک فکر تھی کہ اگر بالاج کو معلوم ہوا کہ وہاج یہاں آیا تھا تو؟

سورج اپنے جوبن پر تھا۔دھوپ اس دروازے کے سامنے کھڑی لڑکی کے چہرے کو بھی چمکا رہی تھی۔

"ٹن ٹن ٹن۔"دروازے کی بیل پر اس نے ہاتھ رکھا تو شاید ہٹانا ہی بھول گئی۔وہ ایک ہلکے بادامی رنگ کے گھر کے سامنے کھڑی تھی۔گھر بہت بڑا نا تھا بس درمیانہ تھا۔اس کا دروازہ بوگن ویلیا کی بیلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔دروازے کا رنگ سفید تھا۔

چند ثانیے بعد کوئی پورچ میں چوکیدار سے استفسار کر رہا تھا۔اس کے کہنے پر چوکیدار نے فوراً سے دروازہ کھول دیا۔وہ گھبرا کر اندر داخل ہوئی۔پھر تیز قدموں سے اینٹرنس کے قریب پہنچی۔وہاں اوپر بنے شیڈ کے باعث ٹھنڈی چھایا تھی۔اس نے اپنا پھولا تنفس درست کیا۔پھر سامنے کھڑے لڑکے کو دیکھا۔

"السلام علیکم۔"ہشاش بشاش انداز میں ہاتھ آگے بڑھایا۔

"واعلیکم السلام۔"مومن نے ہاتھ نہیں ملایا۔

یونہی سلگتی نگاہوں سے سامنے کھڑی بسمہ شارق کو دیکھتا رہا۔وہ گلابی اور سفید رنگ کے امتزاج میں ہاتھ میں پرس پکڑے اس کے سامنے کھڑی تھی۔زبردستی کی مسکان چہرے پر سجائے۔آہ کتنی ڈھیٹ تھی وہ۔

"بچی نہیں ہو جو تمہیں کسی کے گھر میں داخل ہونے کے آداب سکھانے پڑیں۔"بسمہ نے ہاتھ واپس کھینچا۔چہرے کے دائی جانب لٹکتی بالوں کی ایک لِٹ انگلی پر لپیٹے تھوڑا مومن کی جانب جھکی۔

"Never Mind"

ادا سے الفاظ ادا کیے اس نے دروازے کا ہینڈل گھمایا اور اندر داخل ہوئی۔مومن تلملا کر اس کے پیچھے گیا تھا۔

وہ ٹی وی لاؤنج میں رکھے صوفوں پر صوفیہ ابراہیم کے بالکل ساتھ چپک کر بیٹھ گئی تھی۔اور ایک وہ تھیں جو اس کے صدقے واری جا رہی تھیں۔

"کیسی ہے میری بیٹی۔؟"اس کے چہرے پر جھریوں زدہ ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ بولیں۔

"بالکل ٹھیک۔"وہ آج ضرورت سے زیادہ خوش لگ رہی تھی۔شاید یہ اتنے دنوں بعد صوفیہ ابراہیم سے ملنے کا اثر تھا۔اگلے چند منٹ وہ اس سے حال احوال دریافت کرتی رہیں۔

"مومن۔"

"جی۔؟"چند قدم کے فاصلے پر کھڑے مومن کو صدا لگائی۔اس نے تابعداری سے پوچھا۔

www.novelsclubb.com

"بچی اتنی گرمی میں آئی ہے ٹھنڈا پانی لاؤ بلکہ ایک کام کرو شیک بنالاؤ۔"انہوں نے مومن سے کہتے بسمہ کو محبت سے دیکھا۔اس نے مسکراہٹ چھپائی جبکہ مومن ابراہیم کے چہرے پر حیرانی پھیل گئی تھی۔

"میں۔؟"انگلی سے اپنی جانب اشارہ کرتے تصدیق چاہی۔

"جی آپ۔"صوفیہ ابراہیم کی بجائے بسمہ شارق کی جانب سے جواب آیا تھا۔

وہ اپنے اندر اٹھنے والے اشتعال پر قابو پاتا کچن میں چلا گیا۔بسمہ ہنسی تھی۔

"کیوں تنگ کرتی ہو میرے بیٹے کو۔؟"صوفیہ ابراہیم نے اس کے چہرے پر ہلکی چپت رسید کی۔

"آپ کا بیٹا بھی تو کسی طرح ہاتھ نہیں آتا نا۔"اس نے یاسیت سے کچن میں جھانکتے ہوئے کہا۔وہاں سے جوسر کے چلنے کی آواز آرہی تھی۔

"کیا؟"صوفیہ ابراہیم کے چہرے پر خوشی پھوٹی۔

"let me tell you something...کان پاس کریں۔"اس نے چہرہ صوفیہ ابراہیم کے کانوں کے قریب کیا۔پھر چند الفاظ کہے۔صوفیہ ابراہیم کے کانوں سے دھواں نکلنے لگا۔جلدی سے ہڑبڑا کر کچن کی جانب دیکھا۔

"اہم۔اہم۔"مومن ٹرے میں دو گلاس شیک رکھے لا رہا تھا۔بسمہ سیدھی ہو بیٹھی۔البتہ چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔مومن نے بسمہ کو دیکھتے ٹرے زور سے میز پر پٹخی۔اس کی خونخوار نظروں سے لطف اندوز ہوتی بسمہ نے جلدی سے اپنا گلاس اٹھایا۔اور کندھے اچکاتے اسے مزید تپایا۔وہ پیچ وتاب کھاتا وہاں سے اپنے کمرے میں چلا گیا۔

"دیکھا کتنے غصے والا ہے۔"انہوں نے اسے احساس دلایا۔

"کوئی بات نہیں اس پر جچتا بھی ہے۔"وہ مسکرا کر گلاس سے گھونٹ بھر رہی تھی۔آنکھیں بھی مسکرا رہی تھیں۔

www.novelsclubb.com

ماضی:

اپنے وعدے کے پورے دس سال بعد جہانداد ملک کی پاکستان واپسی ہوئی تھی۔پاکستان واپسی صرف ایک شخص کے لیے موزوں تھی اور وہ تھا ماہیر سکندر

عرف ملک۔اکیس سال کی عمر تک وہ ایک کامیاب مارشل آرٹس کا علم بردار بن چکا تھا۔فائننشلی انڈیپینڈنٹ Financially Independent ہونا ایک پڑھے لکھے اور قابل مرد کے لیے مشکل نہیں ہوتا اس نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔اس نے ایک سینٹر میں بطور ٹیچر کام کرنا شروع کیا تھا۔مارشل آرٹس میں پیسے کمانے کے ایک سو ایک طریقہ کار موجود ہیں لیکن اس کا سب سے بڑا خواب اپنا مارشل آرٹس سینٹر بنانا تھا۔ایک خواب تھا جس کی تعبیر کے لیے وہ راتوں کو سویا نہیں۔اس کے پاس پراپرٹی کے نام پر ایک ڈھیلا تک نہیں تھا۔لیکن اس کی وفاداری اس کے کام آئی۔

www.novelsclubb.com

جہانداد ملک کے ساتھ کام کرنے کا اسے ایک واحد فائدہ یہی ہوا تھا۔اس کے تعلقات ملک کے نامور اور معتبر لوگوں کے ساتھ بڑھنے لگے تھے۔جہانداد ملک جیسے لوگوں کے راز ملک کی خفیہ آرگنائزیشنز تک پہنچانا اس کے لیے قطعاً مشکل نہ

تھا۔وہ جہانداد ملک کے سامنے ایک وفادار ملازم بن چکا تھا لیکن اصل میں اس کا مقصد کچھ اور تھا۔

اپنے مارشل آرٹس سینٹر کا افتتاح اس نے اسلام آباد کے ایک قدرے غیر آباد علاقے میں کیا تھا۔ تئیس سال کی عمر میں اس کا مارشل آرٹس بن کر تیار تھا۔اس کا خواب بہت کم عمری میں پورا ہوا تھا۔لیکن اسے مزید بلندیوں تک لے کر جانا ابھی باقی تھا۔

M.S Martial Arts Training Center

اس کے لیے اپنے خواب اہم تھے۔خوابوں کی خوبصورتی پر یقین ہی انسان کو کامیاب بناتا ہے۔خواب خون پسینہ اور محنت لیتے ہیں۔اس نے بھی اپنے دن اور رات خوابوں کو سینے میں سر و کیے تھے۔

مومن سترہ سال کا ہو چکا تھا۔ملک نے باپ سے بڑھ کر اس کا خیال رکھا تھا۔مومن ابراہیم ملک کے لیے سانس سے زیادہ ضروری ہو چکا تھا۔کوئی اس سے مومن کو چھیننے کی کوشش کرتا تو وہ اس کی سانسیں چھین لینے کی سکت رکھتا تھا۔ملک کوئی بچہ نہیں رہا تھا۔وہ قہر بن چکا تھا۔اس کی ایک سفاک نگاہ مقابل کو جھلسا سکتی تھی۔اسے معلوم تھا اسے کیا کرنا ہے۔

ایک دن تھا جب ملک پر ایک حقیقت آشکارا ہوئی۔ایسی حقیقت جسے وہ جھٹلاتا آرہا تھا۔مومن اسکول گیا ہوا تھا۔ملک آج گھر میں موجود تھا۔حویلی کے اندر اس کے لیے جگہ موجود تھی لیکن اس نے انیکسی میں رہنا مناسب سمجھا۔وہ مومن ابراہیم کے کمرے میں آکر بیٹھ گیا۔تنہائی کاٹنی تھی اس کی خوشبو میں ہی سہی۔

اس کا کمرہ کبھی بھی درست حالت میں نہیں رہا تھا۔کبھی بیڈ شیٹ ٹھیک نہ ہوتی تو کبھی اسٹڈی ٹیبل پر گند پڑا رہتا۔آج بھی وہی سب تھا۔اس نے بیڈ شیٹ ٹھیک کی

www.novelsclubb.com

اور پھر اسٹڈی ٹیبل کی جانب آیا۔وہاں ایک ڈائری رکھی تھی۔موٹی جلد والی سیاہ ڈائری۔

My Life Span۔

اس پر سنہری رنگ میں کنندہ الفاظ ملک کو اس ڈائری کا مقصد سمجھا گیے تھے۔

مومن کو ڈائری لکھنا اچھا لگتا تھا۔اس نے یونہی اسے کھول لیا۔چند الفاظ پر ہی اسے احساس ہوا کہ وہ غلط کر رہا ہے لیکن تجسس کے مارے وہ آگے پڑھتا گیا۔چند مزید الفاظ، کچھ مزید صفحات اور پھر اسے پتا ہی نہیں چلا کہ کب اس کی کہانی میں انمول داخل ہوتی گئی۔

www.novelsclubb.com

وہاں ملک کے نام کے علاوہ واحد تیسرا نام انمول ملک کا تھا۔ملک اپنی جگہ پتھر ہو گیا۔نا جانے کتنی دیر وہ بے یقینی کے عالم میں وہاں بیٹھا رہا۔اور پھر وہ وہاں سے اٹھ گیا۔اسے بھرم قائم رکھنا تھا۔اپنی محبت کا اور مومن ابراہیم کی محبت کا۔

"جانتے ہو محبت کیا ہے۔؟" کالج سے واپسی پر لنچ کے دوران ملک نے اس سے استفسار کیا۔ مومن کی بھوری آنکھیں مسکرادیں۔ ملک یک ٹک اسے دیکھے گیا۔

"فقط دیوانگی۔" ملک کی آنکھوں میں سنجیدگی چھا گئی۔ دیوانگی محبت کا اختتام تھی۔ تو کیا وہ محبت میں اتنا آگے نکل چکا تھا۔

"اور دوستی کیا ہے۔؟" یونہی پوچھ لیا۔

"قربانی۔" وہ ملک کو دیکھ کر بولا۔ ملک مسکرادیا۔

"ایک بات کہوں۔"

"جی۔" کھانے کا لقمہ منہ میں رکھتے اسے بولنے کا اشارہ دیا۔

"محبت دیوانگی ہے لیکن اسے خود پر حاوی مت ہونے دینا۔ اپنا آپ اور اپنے مقاصد سب سے اوپر رکھنا۔ کیونکہ انسان کو خود سے محبت ہونی چاہیے۔" ان رمی سے سمجھایا۔ کھانا خاموش ماحول میں کھایا گیا۔

"میں جانتا ہوں انمول کی چاہ میری اوقات سے بڑی ہے لیکن ایک بات انہیں بھولنا میرے بس میں نہیں۔ کیونکہ اگر انہیں بھول گیا تو یہ دل مردہ ہو جائے گا۔اور مردہ دل اور بنجر زمین میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔" وہ کھانا کھاتا اٹھ گیا۔ملک کی نظریں جھک گئیں۔

"آہ۔یہ محبت۔" ٹھنڈی آہ خارج کیے مومن ابراہیم کے کمرے کو دیکھا۔وہاں قفل لگ چکا تھا۔ایسا ہی قفل اس کے دل پر بھی لگ گیا تھا۔

آنے والے سالوں میں اس نے کبھی مومن ابراہیم کو انمول کا نام لیتے نہیں دیکھا تھا۔نہ ہی اس نے کبھی وہ ڈائری کہیں دیکھی تھی۔وہ چاہتا تو مومن کی دلجوئی جر سکتا تھا لیکن اس سے کیا ہوتا۔مومن ابراہیم کے دل میں پنپتا وہ محبت کا لو تھڑا عشق کی شکل اختیار کر جاتا۔اور عشق میں بربادی تھی۔مومن ابراہیم کا مقصد اگر بدل جاتا تو اس کے ہاتھ خالی رہ جانے تھے۔ابھی اس کی عمر اس جھنجھٹ میں پڑنے کی نہیں تھی لیکن بعد کی تکلیف سے نجات بھی ممکن نہیں تھا۔

انمول ملک کا رویہ دن بدن اس سے بگڑتا جا رہا تھا۔وہ جہاں بھی ملتی اس پر طنز کرتی یا کسی بات کا طعنہ دے کر آگے بڑھ جاتی۔یہ سب اس کی سمجھ سے باہر تھا۔وہ یہاں آکر بھی نہیں بدلی تھیں۔ویسی ہی چلبلی سی لڑکی۔چوبیس گھنٹے ٹپ ٹاپ رہنے والی۔اس کی واحد ترجیح اپنا آپ بن گیا تھا۔وہ بہت حد تک خود غرض بن چکی تھی۔اسے یونی لے جانے اور لانے کی ذمہ داری ملک کی تھی۔

"گاڑی روکو۔"اس دن یونی سے چند میل کی دوری پر اس نے گاڑی رکوادی۔ملک نے بیک ویو مرر سے اسے تکا۔

"ایسا کب تک چلے گا۔؟"اس نے سوال کیا۔ملک کو مطب سمجھ نہیں آیا۔

"اب کیا کیا ہے میں نے۔؟"اپنا جرم پوچھا۔

www.novelsclubb.com

"محبت کرتے ہو مجھ سے۔؟"ڈائریکٹ دوٹوک سوال۔ملک کو شاک لگا۔حیرت کا جھٹکا۔وہ مکمل پیچھے کی جانب گھوما۔

"آپ سے کس نے کہہ دیا۔؟"انداز انکاری تھا۔انمول ملک نے آنکھیں سکیڑے اسے گھورا۔

"نہیں کرتے۔لیکن میں تو تم سے محبت کرتی ہوں۔"حیرت کا دوسرا جھٹکا۔ایک بیس سالہ لڑکی اس کے سامنے محبت کا اعتراف کر رہی تھی۔اور وہ اپنی جگہ شل تھا۔

"اب بتاؤ کیا تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔؟"ملک کے جبڑے تن گئے۔چہرہ خطرناک حد تک سنجیدہ ہوا۔

"آپ سے محبت کر کے میں اپنی زندگی برباد نہیں کرنا چاہتا۔میری منزل کچھ اور ہے۔"انمول کے سر پر لگی تلوؤں پر بجھی۔

"اچھا اور کیا ہے تمہاری منزل۔؟ جہانداد ملک کی موت؟ تم خود بھی جانتے ہو یہ تمہارے لیے کبھی مشکل نہیں رہا لیکن کوئی تو وجہ ہے جو تم تاخیر پر تاخیر کیے جا رہے ہو۔"

"وجہ بہت خوبصورت ہے۔ رہنے دیں آپ نہیں سمجھیں گی۔" ملک کی آنکھوں کے سامنے جیا سکندر کا عکس لہرایا۔ جو واحد اس کا خاندان تھی۔

"تو پھر محبت نہ کرنے کی وجہ۔؟" ملک کو اس لڑکی پر غصہ آنے لگا جو اس کا پیچھا چھوڑنے کو تیار نہیں تھی۔ اور پھر ایک شیطانی خیال اس کے دماغ میں آیا۔

"میں آپ جیسی بولڈ لڑکی سے کبھی شادی نہیں کروں گا۔"

"واٹ؟" انمول چیخی۔ وہ چہرہ واپس موڑ گیا۔ لبوں پر دھیمی سی مسکان آر کی تھی۔

"ڈونٹ ٹیل می کہ تمہیں شلوار قمیض پہنے، تنبو کی طرح دوپٹہ اوڑھنے والی اور نظریں جھکا کر چلنے والی ٹیپیکل لڑکیاں پسند ہیں۔" حیرت کی انتہا تھی۔ ویسے ہی جیسے کچھ دیر قبل ملک کو ہوئی تھی۔

"ٹیپیکل سہی لیکن یقین جانیں اصل خوبصورتی ہی ان میں ہے۔" آواز میں مان تھا۔

"ملک!!" صدمہ بھری آواز۔ ملک نے امڈ آتا قہقہہ ضبط کیا۔

اس دن کے بعد انمول ملک اور ملک کے درمیان کولڈ وار چل رہی تھی۔ جسے ملک کے تحفے نے توڑا تھا۔ وہ ایک مہرون رنگ کی چادر تھی۔ اس چادر نے انمول ملک کے ظاہر کو بدل دیا۔ ہاں وہ بدل گئی تھی۔ اس کا اٹھنا بیٹھنا، کھانا اوڑھنا ہر شے بدل گئی تھی۔ اور یہی بات ملک کو حیران کر گئی۔

وہ ملک کی محبت میں بدل گئی تھی۔

پندرہ سال گزر چکے تھے۔ جہانداد ملک کے ساتھ اسے کام کرتے ایک عرصہ گزر چکا تھا۔ جہانداد ملک کا بھروسہ اور اعتماد ملک پر مضبوط ہو چکا تھا۔

ایک روز جہانداد ملک نے اسے اپنے کمرے میں طلب کیا۔

"آپ نے بلایا تھا۔" وہ جہانداد ملک کے سامنے کھڑا تھا۔ جہانداد ملک نے اپنی کرسی پر جھولتے سامنے میز کی جانب اشارہ کیا۔ وہاں کوئی شے الٹی پڑی تھی۔

"اس تصویر میں نظر آتے چہرے کو مجھ تک پہنچانا ہے۔" ملک نے تصویر اٹھا کر دیکھی۔ کھڑکی سے آتی سورج کی روشنی میں وہ تصویر چمک اٹھی تھی۔ ملک گنگ رہ گیا۔

"جتنی جلدی ہو سکے تمہیں یہ کام کرنا ہے۔" وہ کہہ رہے تھے اور ملک کا دل دھک دھک کرنے لگا۔ ہر احساس اس پر بھاری پڑنے لگا تھا۔ وہ اپنی بنائی دلدل میں

دھنستا جارہا تھا۔سب سوچا تھا اس نے لیکن یہ نہیں۔کیا منزل دور تھی ابھی؟کیا ابھی اور امتحانات باقی تھے؟

ملک کی آنکھوں میں وحشت اور بے یقینی تھی تو سامنے تصویر میں نظر آنے والی سیاہ آنکھیں مسکرا رہی تھیں۔

حال:

وہ غصے سے اسٹڈی ٹیبل پر رکھی کتابیں ادھر سے ادھر پٹک رہا تھا۔پھر اس نے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھی کتاب اٹھائی اور لا کر اسٹڈی ٹیبل پر پٹکی۔اسے نا جانے کیوں غصہ آرہا تھا۔

ٹیبل پر کاغذات،فائلز اور دیگر کتب کا ڈھیر رکھا ہوا تھا۔ہمیشہ کی طرح آج بھی اس کی ٹیبل سلجھی ہوئی نہیں تھی۔ملک کے ساتھ ہوتا تو یہ کام وہ کر دیتا تھا لیکن اب

اسے خود کرنا تھا۔اسٹڈی ٹیبل کے ساتھ دیوار میں بک شیلف نصب تھا۔چار اوپر نیچے شیلف والا۔اس نے وہاں کی تمام کتابیں بھی ٹیبل پر پٹک دیں جب دروازے پر کسی نے انگلی کی پشت سے ہلکی سی دستک دی۔

اس نے پلٹ کر دیکھا بسمہ شارق دروازے سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔

"ناٹ اگین۔"مومن نے دو انگلیوں سے ناک مسلی۔غصہ مزید عود آیا تھا۔

"تمہیں میرا اپنے گھر میں آنا اتنا ناگوار گزرا ہے۔؟"شکوہ نہیں تھا۔بلکہ وہ مسکرا رہی تھی۔

"اصل ڈھیٹ پیدا ہوئی ہو۔"وہ بڑبڑایا۔

"کیا کہا؟"

"کچھ نہیں۔"دانت پیسے۔وہ اندر چلی آئی۔ٹیبل پر رکھی کتابوں کو دیکھا۔ایک دم آنکھوں میں بے یقینی چھا گئی۔پھر چمک ابھری۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"تم ناولز پڑھتے ہو۔؟" چہک کر پوچھا۔ مومن ہکلا گیا۔

"صرف انگلش ناولز پڑھتا ہوں۔" کتابوں کے انبار میں سے دیکھ دیکھ کر کتابیں شیلف میں سیٹ کر کے رکھنا شروع کیں۔

"واٹ! انگلش؟ پڑھنے ہی ہیں تو اردو ناولز پڑھو نا۔" مفت کا مشورہ دیا۔ مومن نے ایک اور کتاب اٹھائی۔

"بہت شکریہ آگہی دینے کا۔" کتاب کو سب سے نچلے شیلف میں رکھا۔

"ہنہہ۔ کھڑوس۔" بسمہ نے ایک کتاب اٹھائی وہ مشہور انگلش رائٹر کا ایک قابل ذکر ناول تھا۔ اس نے صفحے پلٹائے۔

"انگلش ناولز میں کیا رکھا ہے۔ اردو والے پڑھنے چاہیے۔" وہ دوبارہ گویا ہوئی۔

"جیسے؟"

"جیسے مالا، پیرِ کامل، یارم، نمل، تصنع، امر بیل، عشق آتش، مرسل۔۔۔"

www.novelsclubb.com

"بس بس بہن بریک لگاؤ۔" مومن نے ہاتھ اٹھا لیے۔

"استغفر اللہ۔" بسمہ نے بہن لفظ پر کانوں کو ہاتھ لگائے۔

وہ اس ٹاپک کو نہیں چھیڑنا چاہتا تھا۔ اگر چھیڑتا تو ناولز کی دیوانی لڑکیوں کی طرح وہ بھی پورا پینڈورا باکس لے کر بیٹھ جاتی۔ چند پل خاموشی کی نظر ہو گئے۔

"ناراض ہو۔؟" اب کی بار بسمہ کا انداز صلح جو تھا۔ مومن نے ایک آنکھ اٹھا کر اسے دیکھا اور پھر سے اپنے کام میں جت گیا۔

"تمہیں کیا فرق پڑتا ہے۔"

"مومن۔ پلیز معاف کر دو۔ میں ڈر گئی تھی۔ میری جگہ کوئی بھی دوسرا ہوتا تو یہی کرتا۔"

"بالکل تمہاری جگہ کوئی بھی لڑکی ہوتی تو ایسا ہی کرتی کیونکہ لڑکیاں جذباتی ہوتی ہیں۔" مومن نے تائید کی۔

"اچھا نا۔ آئی ایم سوری۔"

"کان پکڑ کر معافی مانگو۔" مومن کا رخ بک شیلف کی طرف تھا۔ بسمہ اس کی مسکراہٹ نہیں دیکھ سکتی تھی۔

"آئی ایم سوری اگین۔" مومن پلٹا تو دیکھا کہ بسمہ شارق دونوں کان پکڑے اس سے معافی کی طلب گار کھڑی تھی۔ اس کا دل دھڑکا۔ یہ لڑکی اسے حیران در حیران کرتی تھی۔

"اچھ چلو معاف کیا۔" مومن نے ہنس کر سر جھٹکا۔ بسمہ کا چہرہ کھل اٹھا۔

"سنو کل کیا کر رہے ہو تم۔؟" وہ اسٹڈی ٹیبل سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔

"مجھے سو کام ہوتے ہیں بی بی۔"

"اچھا۔" آواز میں اداسی گھل گئی۔ یہ بسمہ شارق کہیں سے بھی چند دن پہلے والی بسمہ نہیں لگ رہی تھی۔ مومن اسے دیکھے گیا۔ وہ جوتے کی نوک سے فرش کھرچ

رہی تھی۔یونہی کسی کی نظروں کی تپش پر چہرہ اٹھایا۔مومن ابراہیم اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ہاتھ میں دو کتابیں تھیں۔اور وہ پر سوچ انداز میں اس کے چہرے پر جیسے کچھ کھوج رہا تھا۔

"بیمار لگتی ہو۔سمجھ نہیں آرہا تمہیں مریض کہوں یا مریضِ عشق۔"بدوقت وہ بولا۔نظریں چرائیں۔بسمہ کا سانس سینے میں اٹک گیا۔کیا وہ چہرے پڑھنا جانتا تھا۔وہ اپنی جگہ سٹل ہو گئی۔نہ آگے بڑھ سکی نہ ہی اپنی نشست سے ہل سکی۔

چند لمحات قبل وہ صوفیہ ابراہیم کے قریب بیٹھی انہیں کان پاس کرنے کا کہہ رہی تھی۔انہوں نے اپنا کان اس کے قریب کیا۔

www.novelsclubb.com

I'm in love with your Son...May he be mine "

"?forever and ever

"بولیں۔کیاوہ ابد تک میرا ہو سکتا ہے۔؟"ہلکی سرگوشی کرتے الفاظ۔صوفیہ ابراہیم نے اسے حیرت سے اسے دیکھا۔وہ لڑکی بولڈ تھی کوئی بھی بات کرنے سے کتراتی نہ تھی۔

بسمہ سرخ چہرہ لیے واپس سیدھی ہو بیٹھی تھی۔اس نے اپنا اعتراف لڑکے سے نہ سہی لڑکے کی ماں سے تو کر لیا تھا نا۔

"کہاں کھو گئی۔؟"مومن نے اس کے چہرے کے سامنے چٹکی بجاتے اس کی توجہ اپنی طرف کھینچی۔بسمہ نے مومن کو دیکھا۔وہ آخری کتاب شیلف میں لگا رہا تھا۔ اس نے لب کترے۔لفظوں کو طول دی۔

"کیا تمہیں مجھ سے کبھی محبت ہو سکتی ہے مومن ابراہیم۔؟"پھر وہ بولی۔آس، امید اور تمنا تھی اس کی اواز میں۔کتاب مومن کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین بوس ہوئی۔ گردن حیرت سے گھما کر اسے دیکھا۔وہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں الجھائے جواب کی منتظر تھی۔

www.novelsclubb.com

"شاید کبھی نہیں۔" بسمہ شارق کے دل کو کسی نے تیز برچھی سے چیرا تھا۔ خون رسنے لگا۔ مومن ابراہیم کچھ بڑبڑاتا ہوا کمرے سے باہر نکل رہا تھا۔ وہ پلک تک نہ چھپک پائی۔

وہ ہاسپٹل کا ایک پر تعیش اور پرائیوٹ روم تھا۔ کسی کی دھیمی چلتی سانسوں اور آئی سی یو مانیٹر کی ٹوں ٹوں کمرے کے ماحول میں شور پیدا کر رہی تھی۔ ساتھ رکھے میز پر دواؤں کا انبار رکھا تھا۔ کینسر کا مرض ان دواؤں سے جانے والا نہیں تھا لیکن یہ بھی ڈاکٹروں کی کوشش تھی۔ ناکام کوشش!

www.novelsclubb.com

دائیں جانب دیوار کے ساتھ صوفہ رکھا تھا۔ نیلے رنگ کے صوفے پر ایک ادھیڑ عمر مرد ہاتھ پر سوچ انداز میں ٹھوڑی تلے رکھے بیٹھے تھے۔ بال کلموں سے سفیدی جھلکا رہے تھے۔ ان کے ساتھ ہی جمائیاں لیتی ایک نوعمر لڑکی بیٹھی تھی۔ اضطراب سے موبائل فون کی اسکرین کو دیکھتی ہوئی۔

دفعتاً دروازے پر کسی نے ناک کیا۔وہ صاحب اٹھے اور جا کر دروازہ کھولا۔سامنے سیاہ آنکھوں والا لڑکا کھڑا تھا۔وہ اسے نہیں جانتے تھے لیکن اس کے پیچھے کھڑا وجود ان کا خون تھا۔

"عالیہ۔!"سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔وہ وہاج ملک کے پیچھے کھڑی تھی۔ سرخ رنگ کی چنری سر پر لیے اور دونوں پلو آگے کو ڈالے۔وہ سر جھکا گئی۔

"کون ہے یہ۔؟"سلمان جعفری نے عالیہ کو دبوچ کر کمرے کے اندر کھینچا۔وہ صبح سے ہاسپٹل میں نہیں تھی۔سست بیٹھی مسفرا ایک دم الرٹ ہوئی تھی۔بیڈ پر موجود ماں کو دیکھا۔وہ ویسی ہی بے حس و حرکت لیٹی ہوئی تھیں۔

"میں نے کچھ پوچھا ہے تم سے۔؟"وہ غرائے۔عالیہ جعفری سہم گئی۔وہاج نے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ بند کر دیا تھا۔

"یہ وو۔وہاج ہے بابا۔ہم۔ہم نے نک۔نکاح کر لیا۔۔ہے۔کورٹ جا کر۔"وہ آنکھیں میچ کر بولی۔مسفرا تھکے ہوئے انداز میں صوفے کی پشت سے سر ٹکا گئی۔

سلمان جعفری کا اگلا ردعمل غیر متوقع ہر گز نہیں تھا۔ان کا ہاتھ اٹھا۔اس سے پہلے کہ بھاری ہاتھ کا طمانچہ عالیہ کے چہرے کی زینت بنتا کوئی تیز رفتاری سے ان کے درمیان آیا تھا۔ سلمان جعفری نے خونخوار تاثرات لیے وہاج کو دیکھا۔وہ ان کا ہاتھ اپنے دائیں ہاتھ کی گرفت میں پکڑے پیچھے کر رہا تھا۔

"میری بیوی ہے یہ اور مجھے ہر گز برداشت نہیں کہ کوئی میری بیوی پر ہاتھ اٹھائے۔"اس نے ان کا ہاتھ نرمی سے واپس چھوڑ دیا۔ سلمان جعفری کی پیشانی کی رگیں کھول رہی تھیں۔

"تم ہوتے کون ہو مجھے روکنے والے بیٹی ہے یہ میری۔اور یہ وہی کرے گی جو میں کہوں گا۔"وہ دھاڑ رہے تھے۔

"یہ آپ کی پابند نہیں رہی۔"وہ تحمل سے بولا۔

"یہ ہے اور تم۔تم ابھی کے ابھی طلاق دو گے اسے۔"انہوں نے عالیہ کو اپنی جانب کھینچا۔اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔وہ جانتی تھی یہ تو ہونا ہی تھا۔

"بابا۔ماما کو دیکھیں۔"مسفرا ایک دم نائلہ جعفری کی جانب بڑھی۔ان کا سانس اکھڑ رہا تھا۔شاید وہ جاگ چکی تھیں اور تمام باتیں سن رہی تھیں۔

سلمان جعفری ان کی جانب بڑھے۔جلدی سے آکسیجن ماسک لگانا چاہا لیکن انہوں نے زور سے سر ہلایا۔وہ کچھ کہنا چاہتی تھیں۔

"ماما۔"عالیہ بھاگ کر ان کے قریب گئی۔ان کا ہاتھ پکڑ کر لبوں سے چھوا۔وہ ٹھنڈا تھا۔سردیوں کی شاموں کی طرح یخ۔

"عا۔عالیہ بیٹے۔"اٹک اٹک کر وہ بولنا شروع ہوئیں۔وہاج وہیں کھڑا تھا۔

"سلمان۔۔بچی کو معاف کر دیں۔"انہوں نے اپنے شوہر کو دیکھا وہ لب بھینچ گئے۔

"غلطی ہوئی۔ہے اس۔۔سے لیکن اس رشتے کو قبول کر لینا ہی بہتر۔ہو۔ہو گا۔"انہوں نے عالیہ کے ہاتھ میں موجود اپنا ہاتھ ہلایا۔عالیہ نے اسے مضبوطی سے تھام لیا۔

سلمان جعفری کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔ان کی بیوی موت کے منہ میں تھی۔

"اس۔۔ے میری آخری خواہش۔۔ سمجھ کر پوری کر دیں پلیز۔"

"ماما۔"مسفرا اور عالیہ یکجا ہو کر چیخیں۔سلمان جعفری نے ضبط سے آنکھیں میچ کر کھولیں وہ مسفرا اور عالیہ کے سسرال والوں کو کچھ دن بعد نکاح اور سادگی سے رخصتی کی تاریخ دے چکے تھے۔لیکن کیا وہ اپنی زبان کے آگے بیٹی کو قربان کر سکتے تھے۔؟ہر گز نہیں۔

"بابا۔پلیز معاف کر دیں ناں۔وہاج بہت اچھا لڑکا ہے۔"وہ روتے ہوئے وہاج کی جانب اشارہ کر کے بولی۔

انہوں نے وہاج کو دیکھا۔ تکیوں کے سہارے لیٹی نائلہ جعفری نے بھی آنکھیں اٹھائے اسے تکا۔ سیاہ کوٹ پینٹ میں وہ سوبر اور کافی سمجھدار لگ رہا تھا۔

"جیتی رہو۔ ہمیشہ خوش رہو۔" منٹوں کا فیصلہ سیکنڈ میں کرتے سلمان جعفری نے اپنا ہاتھ عالیہ جعفری کے سر پر رکھا۔ باپ ہونے کا مان تھا یا کیا وہ ایک دم رو دی۔ پھر ان کا ہاتھ اٹھائے امید سے انہیں دیکھا پھر وہاج ملک کو۔ سلمان جعفری اس کا اشارہ سمجھتے آگے بڑھے۔ چند قدم وہاج نے بھی اٹھائے۔

"میری بیٹی کو ہمیشہ خوش رکھنا وہاج۔ اسے سوئی تک نہیں چبھنی چاہیے۔" انہوں نے اسے گلے لگا لیا۔ تینوں خواتین مسکرا دی تھیں۔ وہاج نے سر ہلاتے تائید کی۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں صوفوں پر بیٹھے تھے جبکہ عالیہ اور مسفر اماں کی دونوں اطراف میں بیٹھی ہوئی تھیں۔

"انکل ہم دو ہفتے بعد امریکہ شفٹ ہونے کا سوچ رہے ہیں۔" وہاج نے اعلان کیا۔ سلمان جعفری نے آبرو اٹھائے۔ بھلا اس کی کیا ضرورت تھی۔ اس سے پہلے وہ کچھ کہتے عالیہ جعفری بول اٹھی۔

"اور یہ ہم دونوں کا مشترکہ فیصلہ ہے۔ ہم ایک نئے ملک جا کر نئی زندگی شروع کرنا چاہتے ہیں۔" سلمان جعفری نے اثبات میں سر ہلایا۔ نائلہ جعفری اور مسفرا بھی مسکرا دی تھیں۔

وہ مطمئن ہو گئی۔ کچھ کھو کر جو اسے ملا تھا وہ اس کی توقعات سے بڑھ کر ہونے والا تھا۔

www.novelsclubb.com

انسان بدل جائیں تو وہ بدلاؤ دوسروں کو بھی بدل دیتا ہے۔

وہ اپنے کمرے میں کھڑا تھا۔وارڈروب سے اپنا ڈریس نکالتے ہوئے اس نے ڈریسنگ روم سے کمرے میں جھانکا۔بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھا اس کا موبائل رنگ ہو رہا تھا۔وہ ایک نیلے رنگ کی جینز اور شرٹ نکالتا کمرے میں آیا۔

"ہیلو۔"اسکرین پر جگمگانے والا نام پڑھ کر اس کے اندر تک سرشاری بھر گئی تھی۔ کپڑے ساتھ بیڈ پر دھرے اور آرام سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

"کیسے ہو؟کہاں ہو؟"ایک ساتھ پوچھا گیا۔

"ٹھیک ہوں اور اس وقت اپنے گھر میں بیٹھا ہوں۔"وہ آرام سے بولا۔

"سکندر حویلی۔؟"دوسری طرف بالاج نے پوچھا۔ماہیر نے ماتھا چھوا۔

"نہیں اپنے اپارٹمنٹ۔"آواز ہلکی تھی۔وہ جانتا تھا اس کا اصل یہ نہیں تھا اس کا اصل سکندر حویلی تھی۔اصل رشتے اس کے وہ اپنے تھے جن سے وہ اتنا عرصہ دور رہا تھا۔

"اوہ اچھا۔ میں نے ماما بابا کو بتا دیا تمہارا۔" وہ سکون سے بولا۔ ماہیر سکندر کی رکی سانس بحال ہوئی۔ وہ جانتا تھا ان کا ری ایکشن کیا ہو گا۔ معید سکندر بے یقین ہونگے تو ثانیہ بیگم نے رو رو کر برا حال کیا ہو گا۔

"ان کا ردعمل ویسا ہی تھا جیسا تم سوچ رہے ہو۔ ظاہر ہے تم بیٹے ہو ان کے۔" ماہیر نے لب آپس میں پیوست کیے سر ہلایا۔

"ہیلو۔ کہاں کھو گئے؟" کچھ پل کی خاموشی پر بالاج نے اسے پکارا۔

"ہوں۔ ہاں ادھر ہی ہوں۔" وہ سامنے دیوار کو گھور رہا تھا۔

"وہ تم سے ملنا چاہتے ہیں کہاں ملیں؟" بالاج سکندر نے پوچھا۔ اسے ماہیر کا رویہ عجیب لگ رہا تھا۔

"سکندر حویلی۔ میرے گھر۔" بے ساختہ کہا۔ بالاج کی ہلکی سی ہنسی کی آواز آئی۔ محبت سے لبریز۔

"چلو ٹھیک ہے۔ پھر کل ملتے ہیں شام چھ بجے شارپ۔ لیکن۔" وہ رکا۔ گلے میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔ ماہیر کا ماتھا ٹھنکا۔

"لیکن؟"

"وہ جیا۔ وہ مجھے دیکھ کر پھر سے ری ایکٹ کرے گی۔ اور ماں بابا پہلے ہی اس کی وجہ سے ناراض ہیں مجھ سے۔" اس نے سر کھجایا۔ بات کیسے کرے اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

"تو۔؟ کس نے کہا تھا پھنے خان بننے کو۔ اب بھگتو ہٹلر کی اولاد۔" ماہیر نے لب دبائے۔ وہ جانتا تھا ابھی بالاج کیا کہنے والا ہے۔

"بھگت تو لوں گا لیکن کل کا کیا کروں تم کرو ناجیا سے بات۔" سفارشی انداز۔ ماہیر سکندر کا قہقہہ گونجا۔ اس کا شک درست تھا۔ وہ واقعی اس سے بچپن کی طرح سفارش کر رہا تھا۔

"ہر گز نہیں۔ میں اپنی بہن کو اذیت پہنچانے والی کی سفارش نہیں کروں گا۔" اس نے آواز کو بھاری اور سنجیدہ بنایا۔

"ماہیر۔" گھمبیر لہجے میں بڑے پیار سے اسے پکارا۔

"جی۔" ویسا ہی آگے سے جواب آیا۔ بالاج کو غصہ آنے لگا۔

"تم سفارش نہیں کرو گے؟" دوٹوک آخری مرتبہ پوچھا۔

"بالکل بھی نہیں۔" سر بھی نفی میں ہلا دیا۔

"اوکے۔ پھر میں اسے کہہ دیتا ہوں کہ کل تمہارا بھائی تمہاری 'بھابھی' کے ساتھ تمہارے گھر تشریف لا رہا ہے۔" بے چارگی سے کہتے وہ فون بند کرنے لگا۔

"اوئے۔" ملک چیخ اٹھا۔ بالاج نے امڈ آنے والا قہقہہ دبایا۔

"کیا ہوا۔؟ جھٹکا لگا۔؟" مصنوعی افسوس۔ ماہیر کی گردن بالاج کی چھری تلے تھی۔

"مم۔میرا مطلب تھا تم ایسا کچھ نہیں کرو گے۔" تنبیہہ کی گئی۔

"اور میں ایسا کچھ کیوں نہیں کروں گا۔؟" توڑ توڑ کر پوچھا۔ماہیر نے غصے سے اسکرین کو گھورا۔اسے یاد آیا بچپن میں جب بھی اس نے کام نکلوانا ہوتا تھا وہ یونہی اسے بلیک میل کرتا تھا۔

"کیونکہ تم میرے بھائی ہو۔" گردن اکڑائی۔

"اور وہ تمہاری بہن۔سوچو اسے پتہ چلے کہ اس کا بھائی اس کے بغیر شادی کر چکا ہے چچ۔جیا کے ارمان تو آنسوؤں میں بہہ جائیں گے ناں؟" بالاج اس کی حالت سے محفوظ ہو رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"شادی نہیں صرف نکاح۔" تردید کی۔بالاج نے ہونٹوں کا کنارہ دباتے ہنسی پر کنٹرول کیا۔

"شادی میں سب سے اہم نکاح ہی ہوتا ہے۔اور انمول تورہ بھی تمہارے ساتھ رہی ہیں۔اور ہاں کل انہیں لے کر آنا میں نے ماں بابا کو ان کے اس بیٹے کی بہو سے بھی ملوانا ہے۔" سہی تپانے والا لہجہ تھا اس کا۔ماہیر نے چند گہرے ساں س خارج کیے۔

"کل آجانا تم بھی۔جیا کو منانے کی زمہ داری میری۔" وہ آخر کار مان ہی گیا۔

"اوہ یس۔تھینک یو بڈی۔" موبائل سے ہی ماہیر کو اس کی خوشی کا اندازہ ہو رہا تھا۔

"ہنہہ۔بلیک میلر کی اولاد۔" ماہیر نے سر جھٹکا۔وہ کال کاٹنے لگا جب بالاج کا ایک بار پھر سے پیار سے 'ماہیر' سنائی دیا۔

"ہاں جی۔" اب اس کی بس ہو رہی تھی۔وہ مزید اسے تپانے والا تھا کیا؟

"تمہیں یاد ہے میں بچپن میں تمہیں کیا کہہ کر پکارتا تھا۔؟" بالاج کے پر سوچ انداز نے ماہیر کو بھی سوچنے پر مجبور کر دیا۔ایسا نہیں تھا کہ وہ بھول گیا تھا۔وہ تو بس

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

نام ہی اتنے تھے کہ اسے سمجھ نہیں آیا بالاج کس نام کی بات کر رہا ہے۔اس نے ٹھوڑی مسلتے سوچا۔

"چیمپ۔؟" پہلا نام سامنے رکھا۔

"نہیں۔" نفی کی گئی۔

"بٹر کپ؟"

"اونہوں۔" نام دوبارہ رد کر دیا گیا۔

"برو۔؟"

www.novelsclubb.com

"nopes" بالاج نے دوبارہ انکار کیا۔

"پھر؟" ماہیر نے تجسس سے پوچھا۔ بالاج نے ہونٹ موبائل کے اسپیکر کے قریب کیے۔

"Chimpanzee..."ہونٹ سکیڑے جلدی سے لفظ ادا کیا اور کھٹاک سے فون بند کر گیا۔

"واٹ دا۔۔۔"ماہیر کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔اس سے ایک سال چھوٹا اسے چیمپینزی بول گیا تھا۔

وہ جلدی سے آئینے کے قریب گیا۔ چہرہ ٹٹولا۔کیا وہ کہیں سے چیمپینزی لگتا تھا۔

"نہیں۔اتنا خوبصورت اور پیارا تو ہوں میں۔"خود کو تسلی کروائی۔

"ہنہہ۔جلتے ہیں یہ سب میری خوبصورتی سے۔"بیڈ سے کپڑے اٹھاتا وہ بڑبڑا رہا تھا۔اس نام کا صدمہ اسے اگلے چند دنوں تک رہنا تھا۔بالاج بچپن میں اسے اس نام سے پکارتا تھا اور پھر دونوں خوب لڑائی کرتے تھے۔اتنی کہ بڑے بھی ان کو لڑتا دیکھ پریشان ہو جاتے۔لیکن اب۔۔فراق تھا درمیان میں۔۔اٹھارہ سالوں کا فاصلہ تھا۔جذبات بے شک وہی تھے لیکن حالات بدل گئے تھے۔وہ دونوں بچے نہیں رہے تھے بلکہ بڑے ہو گئے تھے۔

وہ دونوں ایم ایس۔مارشل آرٹس سینٹر کے تھرڈ فلور پر بنے ملک کے آفس میں بیٹھے تھے۔ملک نے سفید شرٹ کے کف کہنیوں تک موڑ رکھے تھے۔مومن اس کے سامنے میز کی دوسری جانب رکھی کرسیوں میں سے ایک پر براجمان تھا۔ملک پر سوچ انداز میں انگلی ٹھوڑی تلے رکھے آہستہ آہستہ کرسی پر جھول رہا تھا۔

"اب کچھ بتاؤ گے بھی۔"اس نے کوفت سے مومن کی بتیسی دیکھی۔اس کی بات پر مومن کے دانت مزید باہر آئے۔

www.novelsclubb.com

"دانت اندر کرو اپنے۔"وہ کرسی پر جھولنا رک گیا۔مومن بھی سیریس ہو گیا۔

"اس کا ایک ہی حل ہے۔"مومن نے بات ادھوری چھوڑی۔ملک نے پانی سے ڈھکا گلاس اٹھایا۔وہ کب سے بول رہا تھا اب حلق خشک ہونے کو آیا تھا۔آبرو سے مزید بولنے کا اشارہ کیا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"یہی کہ تم انمول کو ساتھ لے کر چلے جاؤ ایز آفرینڈ۔" حل تلاش کر سامنے رکھا۔

"تم پاگل ہوا سے ساتھ لے کر چلا جاؤں تاکہ جیا کو شک ہو جائے۔" اس نے گلاس واپس رکھا۔ کرسی پر پیچھے کو ہو بیٹھا۔

"تو مسئلہ کیا ہے انہیں متعارف کرانے سے۔؟" مومن نے دوبارہ پوچھا۔

"میں اس کا مان نہیں توڑنا چاہتا۔ ضرورت کے وقت اس کو بتا دوں گا لیکن ابھی ہرگز نہیں یوں اگر اس نے کچھ کہہ دیا تو انمول کے سامنے کیا عزت رہ جائے گی میری۔" وہ بیوی اور بہن کا بھرم قائم رکھنا چاہتا تھا۔

"تو آپ انمول کو سمجھا دیں وہ نہیں بولے گی کچھ۔" نیا حل۔

"ان سے کولڈ وار چل رہی ہے۔ کیوں چاہتے ہو کہ اس چنگاری سے وہ جنگ عظیم کی شکل اختیار کر لے۔" مومن زور سے ہنسا۔ ملک کی شکل دیکھنے لائق تھی۔

"انسان کے کرتوت ہی اس کے اعمال بتلاتے ہیں۔" وہ آنکھ دبا گیا۔ ملک نے اسے غصے سے گھورا۔

"بالفرض میں اسے دوست بنا کر بھی لے جاؤں تو جیا کیا سمجھے گی اسے ایک گرل فرینڈ۔" اب کہ وہ پیپر ویٹ کو گھما رہا تھا۔ وہ الجھن کا شکار تھا۔ معاملہ بہت سیدھا تھا لیکن وہ خود کو خود ہی الجھا رہا تھا۔

"تمہارا مجھے کوئی فائدہ نہیں مومن۔ نہ اچھا مشورہ دے سکتے ہو نہ ہی ضرورت کے وقت کام۔۔" وہ بولتے بولتے رکا۔

"کیا؟" مومن نے استفسار کیا۔ ملک کے چہرے پر مسکراہٹ رینگ گئی۔

"تم اور بسمہ۔" وہ بولا۔ آنکھیں چمک اٹھیں۔ ساری بے چینی عیاں ہونے لگی۔

"میں اور بسمہ کیا؟" خدشے کا اظہار کیا۔ ملک مسکرا رہا تھا۔ مومن کو چڑ چڑھنے لگی۔

"میرے ساتھی میرے دوست۔ تم انمول اور بسمہ۔ میرے پاس ماضی میں ان تینوں کے علاوہ کوئی نہ تھا اسی لیے میں انہیں اپنے ساتھ لے آیا۔" دانت نکالے۔ آخر میں اداکاری کا مظاہرہ کیا۔

"ناٹ ایٹ آل۔ میں بسمہ کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا۔" وہ کوفت سے پیچھے ہوا۔ سر دائیں بائیں ہلایا۔

"پلیز میری خاطر۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ کرسی کی پشت سے کوٹ اٹھایا۔ مومن کو امید سے دیکھا۔

"آپ کی خاطر کوئی جان بھی مانگے تو خوشی خوشی دے دوں۔" مومن کے الفاظ محبت جیسی امرت میں ڈوبے ہوئے تھے۔

"لیکن اسے آپ خود بتائیں گے۔" تنبیہہ کی۔

"اوکے۔ مائے بوائے۔" سر کو خم دیا۔

"امی کو بھی بلالوں۔"اس نے سلگتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں یہ تواور بھی اچھاہو جائے گا نا۔"ملک نے خوشگوار حیرت سے کہا۔پھر لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکلتا چلا گیا۔مومن ابراہیم نے گہری سانس خارج کی۔وہ اس کا دوست نہیں تھادل کا ٹکڑا تھا۔

شام کا وقت تھا۔وہ لان کی ٹھنڈی گھاس پر چہل قدمی کر رہی تھی۔خزاں کی ہوا کی طرح اداس لیکن بہار کی طرح مطمئن۔دفعتاً لان چیئرز کے سامنے رکھے میز پر دھرا اس کا موبائل بزر ہوا۔اس نے کال پک کی۔

www.novelsclubb.com

"السلام علیکم۔"دوسری جانب ماہیر تھا۔

"واعلیکم السلام۔کیا حال ہے۔؟"وہ حال دریافت کر رہا تھا۔جیا نے ٹھیک ہوں کہتے جواب دیا۔

"کل شام چھ بجے ہم آرہے ہیں۔" اطلاع دی گئی۔

"ہم کون؟" وہ چلتی ہوئی ایک سائیڈ پر بنی کیاری کے قریب آگئی تھی۔ وہاں گلاب اور مختلف پودے لگے تھے۔

"میں اور میرے تین دوست ہیں۔ ساتھ میں صوفیہ ابراہیم بھی ہوں گی۔" اس نے مطلع کیا۔ جیا نے سر ہلا دیا۔

"ماما لوگ بھی کل ادھر ہی ہوں گے۔"

"اچھا۔" وہ بددلی سے بولی۔ دل اداس جو تھا۔

"جیا۔" ماہیر نے اسے پکارا وہ ہوں کر کے رہ گئی۔ گلاب کی خوشبو نتھنوں سے ٹکراتی اسے تازگی بخش رہی تھی۔

"ان کے ساتھ بالاج بھی ہو گا۔"

"جانتی ہوں۔" وہ آرام سے بولی۔ماہیر نے طویل ساں س بھری۔اسے معلوم تھا وہ کچھ نہیں کہے گی لیکن اس کا اکھڑ رویہ معید سکندر اور ثانیہ بیگم کو پریشان کر جائے گا۔جو کہ وہ نہیں چاہتا تھا۔

"ایک بات کہوں مانو گی۔؟" امید سے پوچھا۔

"جی۔" تابعداری سے سر ہلاتے بولنے کا انتظار کیا۔بائیں ہاتھ سے فون تھام رکھا تھا جبکہ دایاں ہاتھ پھولوں کی سطح پر گردش کرنے لگا۔

"بالاج کو معاف کر دو۔"

"سسس۔" وہ کراہی۔شہادت کی انگلی میں کانٹا چبھا تھا۔ہلکی سی چبھن لیکن درد دل میں اٹھا تھا۔

"کیسے معاف کر دوں۔؟" انگلی دبائے وہ بولی۔حلق میں کوئی شے اٹکنے لگی تھی۔

"دیکھو۔ جہاں پھول ہوں وہاں کانٹے دار جھاریاں بھی تو ہوا کرتی ہیں ناں۔ تم یوں اس کی اچھائیوں کو ایک برائی کے بدلے بھلا نہیں سکتیں۔" وہ سمجھا رہا تھا۔ جیا سکندر کے رکے آنسو جاری ہو گئے۔

"ہم انسان بھی کتنے ظالم ہوتے ہیں ناں کسی کی لاکھ خوبیوں کو چند خامیوں کے بدلے طول دیتے ہیں۔" وہ بہتے آنسوؤں کے درمیان بولی تھی۔

"دل کا غبار رونے سے نہیں نکلے گا جیا۔ معاف کرنا سیکھو تاکہ تمہارا دل آزاد ہو جائے۔" جیا نے لب کاٹے۔ معاف کرنا مشکل نہیں ہوتا لیکن پچھلی تمام باتیں بھلا دینا مشکل ہوتا ہے۔

www.novelsclubb.com

"آپ جانتے ہیں بھائی۔ میں نے کبھی معاف کرنا سیکھا ہی نہیں لیکن جو ایک شے میں نے سیکھی ہے وہ۔" وہ رکی۔ منہ پر ہاتھ رکھے ہچکیوں کا گلا گھونٹا۔ یہ فیصلہ وہ بہت پہلے کر چکی تھی۔ بس اعلانیہ بتانا مشکل لگ رہا تھا۔

"وہ؟" ماہیر کی آواز گونجی۔

"وہ سمجھوتہ ہے بھائی۔" وہ رونے لگی تھی۔ ہچکیاں ختم نہیں ہو رہی تھیں تو وہیں آنسو بھی مسلسل ہوتی بارش کی طرح بہہ رہے تھے۔

"ہم مشرقی لڑکیاں مجبور ہوتی ہیں۔ ہمیں اپنے لیے فیصلے کرنے کا اختیار تو ہوتا ہے لیکن وہیں دوسرا آپشن سمجھوتہ ہوتا ہے۔ اگر ہم سمجھوتہ نہیں کریں گی تو تنہا رہ جائیں گی۔ اگر کریں گی تو بقیہ زندگی اسی سب جھمیلوں میں گزار دیں گی۔ مجبوریاں انسان کے پیروں میں بیڑیاں ڈال دیتی ہیں۔ اور مجھے محض اپنا نہیں سوچنا مجھے اس ننھی جان کا بھی سوچنا ہوگا بھائی جس کا اس سب میں کوئی قصور ہی نہیں۔ جس شخص کا قصور ہے اسے معافی بھی مل جائے گی۔ جلد یا بدیر میں نہیں جانتی۔ میں سمجھوتہ کرنے کو تیار ہوں۔ آپ ان سے کہہ دیں مجھے اپنا سر درد نہ بنائیں۔" اپنی سنا کر وہ فون بند کر گئی تھی۔ دوسری جانب ساکت ہوا کھڑا ماہیر ایک دم ہوش میں آیا تھا۔

www.novelsclubb.com

"میری بہن تو بہت سمجھدار نکلی۔" وہ اب واٹس ایپ میں بالاج کی چیٹ کھولے اسے میسج چھوڑ رہا تھا۔

انسان کو وقت نہیں بدلتا حالات بدل دیتے ہیں۔

سکندر حویلی میں اس شام تمام بتیاں روشن تھیں۔ اندرونی حصے کی چمک دمک باہر کے ماحول سے مات کھا رہی تھی۔ باہر وسیع لان میں سفید صوفے رکھے گئے تھے ان کے سامنے ہی میزیں تھیں۔ جن پر رکھی پانی کی بوتلیں اور گلاس وہاں بیٹھے افراد کی نشاندھی کر رہی تھیں۔

www.novelsclubb.com

پس منظر میں کرا کری سیٹ کے کسی شے سے ٹکرانے کی آواز آئی تھی۔ اگر تم ان سب کے عقب میں دیکھو تو وہاں ایک مستطیل کھانے کی میز لگی ہوئی تھی۔ جس کے ارد گرد چند ملازم کام کرتے دکھائی دے رہے تھے۔ پورے لان میں زرد اور

سفید بلب روشن تھے۔واپس صوفوں کی طرف آؤ تو وہاں بیٹھے تین افراد یاسیت سے اس شخص کو دیکھ رہے تھے جو مردہ قرار پا کر آج دوبارہ زندہ ہو آیا تھا۔

بڑے صوفے پر معید سکندر،ثانیہ بیگم،اور ماہیر سکندر براجمان تھے۔

"ماشاءاللہ دیکھیں تو ہمارا بیٹا کتنا بڑا ہو گیا ہے۔"ثانیہ بیگم نے پیار سے ماہیر سکندر کی پیشانی چومی۔وہ ان کے دائیں جانب بیٹھا تھا۔سیاہ رنگ کے کرتے میں ملبوس وہ وجاہت کا شاہکار لگ رہا تھا۔

"ماشاءاللہ۔ہر نقش اپنے باپ سے چرایا ہے اس نے بس آنکھیں ماں پر چلی گئیں۔"معید سکندر بولے تھے۔ماہیر دھیرے سے ہنس دیا۔اس کے دائیں جانب دوسرے صوفے پر انمول ملک براجمان تھی۔سیاہ رنگ کی پیروں کے ٹخنوں کو چھوتی فراک میں ملبوس،بالوں کا خوبصورت اور اونچا جوڑا بنائے وہ دوپٹہ ایک جانب شانے پر ٹکائے بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔بالاج سکندر،معید سکندر اور

ثانیہ بیگم کو وہ بہت پسند آئی تھی۔البتہ جیانے اسے سر تا پیر ترچھی نگاہوں سے دیکھا تھا۔

انمول کے ساتھ براجمان بسمہ شارق کی نظریں سامنے صوفے پر بیٹھے مومن ابراہیم پر ٹکی تھیں۔وہ نیوی بلو کلر کا نفیس سا سوٹ پہنے سرمئی آنکھوں میں کاجل لگائے دیدہ زیب لگ رہی تھی یوں کہ صوفیہ ابراہیم کی نگاہیں اس پر سے ہٹ ہی نہ سکیں۔آہ وہ اسے اپنی بہو کے روپ میں تصور کیے بیٹھی تھیں۔ان کے ساتھ بیٹھا مومن ابراہیم سر جھکائے بیٹھا تھا۔وہ تمام لوگ ایک دوسرے سے مل چکے تھے۔کچھ گڑھے مردے اکھڑ رہے تھے تو وہیں منہا کی شرارت اور باتوں پر قہقہے ہوا میں گونج رہے تھے۔

"بھائی نظریں ہٹالیں وہ آپ ہی کی ہے۔"مومن اور صوفیہ ابراہیم کے ساتھ والے صوفے پر بیٹھی منہا نے بالاج کے کان میں گھس کر کہا تھا جو مسلسل اپنے سامنے بیٹھی جیا سکندر کو تاک رہا تھا۔منہا کی مداخلت اسے زرا پسند نہیں آئی۔

www.novelsclubb.com

"لیکن آج وہ دل کے قریب لگ رہی ہے۔" دوبارہ اسی پوزیشن میں جاتے بالاج نے ٹھنڈی آہ بھری تھی۔

"یہی بات جا کر اس سے کہیں ناں۔" منہا نے منہ کے زاویے بگاڑے کیونکہ وہ اس کی جانب متوجہ نہیں تھا۔ وہ تو اپنے سامنے بیٹھی دشمنِ جان کو دیکھ رہا تھا۔ جو چہرے پر بالاج کے لیے نو لفٹ کا بورڈ لگائے مکمل طور پر معید سکندر لوگوں کی طرف متوجہ تھی۔ بایاں ہاتھ الٹا کر ٹھوڑی تلے جمار کھا تھا۔ وہ تیز سرخ رنگ کی سلک کی میکسی زیب تن کیے ہوئے تھی۔ کانوں میں گولڈن جھمکے اور پیروں میں گولڈن ہی ہائی ہیلز۔ یہ ہیلز اس کے لیے خطرناک ہو سکتی تھیں۔ بالاج نے سوچا۔ تبھی ایک دم سے جیا نے اس کی جانب دیکھا تھا۔

اس ایک پل میں ہی سنہری آنکھیں کاجل لگی سیاہ آنکھوں میں ڈوب کر رہ گئیں۔ جیا نے چہرہ واپس موڑ لیا۔ اب کہ معید سکندر اور ثانیہ بیگم صوفیہ ابراہیم کے ساتھ بات چیت میں لگے تھے۔

www.novelsclubb.com

"ویسے سب کچھ کتنا مکمل لگ رہا ہے نا؟" منہا نے قیاس لگائی۔ جس کی تائید سب نے سر کے خم سے کی تھی۔

"ایک خواب سا تھا جو آج مکمل ہو گیا۔ ایسا لگ رہا ہے دل کی ہر خواہش پوری ہو گئی ہو۔" ماہیر سکندر بولا تھا۔ انمول مسکرا کر اسے دیکھے گئی۔ کیا اس نے آج سے پہلے کبھی ملک کو اتنا خوش دیکھا تھا۔؟ شاید کبھی نہیں۔

"ملک نے اس دن کا بہت انتظار کیا ہے آنٹی۔ اس کی تمام دعائیں رنگ لائی ہیں۔" انمول پہلی مرتبہ بولی تھی ورنہ تو خاموش مورت بنی بیٹھی تھی۔ اس کی بات پر ایک دم خاموشی چھا گئی۔ معید سکندر اور ثانیہ بیگم نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔ وہ گڑ بڑا گئی۔ کیا اس نے کچھ غلط کہہ دیا تھا؟

"کک۔ کیا ہوا۔؟" اس نے ان سب کو خود کو گھورتے پا کر استفسار کیا۔ دل دھڑکنے لگا تھا۔

"ملک؟"اس کی اٹکی سانس جاری ہوئی۔وہ لوگ ماہیر کا دوسرا نام نہیں جانتے تھے شاید۔

"ملک بھی میرا ہی نام ہے ماما۔"ماہیر نے تصدیق کی تھی۔ثانیہ بیگم اور معید سکندر نے سر ہلا دیا۔انمول کچھ متذبذب ہوئی تھی۔ انمول نے کبھی ماہیر کو اس کے اصل نام سے نہیں پکارا تھا۔یہ نام اس نے دوسری مرتبہ اپنے نکاح والے دن ہی سنا تھا۔کتنا انجان تھا یہ نام۔ماہیر سکندر۔اس کے لیے تو ملک ہی اچھا تھا۔

وہ مرد تین تین نام لیے پھرتا تھا۔اینجل،ملک اور ماہیر سکندر۔کیونکہ وہ محافظ، محبوب اور بیٹا تھا۔ہر نام سے اس کی شناخت الگ تھی۔

وہ اینجل کے روپ میں بھائی،ملک کے روپ میں شوہر اور ماہیر سکندر کے روپ میں ایک فرمانبردار بیٹا تھا۔وہ شخص سب سے مختلف تھا۔اپنے ہر کردار میں پختہ اپنی ہر شناخت میں پکا۔

وہ اپنے کمرے میں کھڑا تھا۔وہ کمرہ جو بچپن میں کبھی اس کا اور بالاج کا ہوا کرتا تھا۔ پورا کمرہ نیلے رنگ کی تھیم لیے ہوئے تھا۔ہر چیز نیلی تھی۔بیڈ،وارڈروب،کاؤچ حتیٰ کہ کمرے کے دروازے کا انٹیریئر بھی نیلا تھا۔اسے چند منٹ ہی ہوئے تھے وہاں آئے ہوئے۔ہر شے ویسے ہی رکھی تھی۔اس کے کھلونے، کھیل کا سامان اور بیڈ کے ساتھ دائیں جانب کونے میں رکھا وہ انسان کے قد جتنا ٹیڈی بیئر۔وہ مسکرایا۔یہ سفید ٹیڈی بیئر اس کی آخری سالگرہ جو اس نے گھر والوں کے ساتھ منائی تھی اس پر ملا تھا۔اور وارڈروب کی کھونٹی سے لٹکا ہوا گٹار۔وہ گٹار بالاج کا تھا۔جسے ہمیشہ ماہیر پکڑ لیتا اور پھر دونوں کی لڑائی ہوتی۔

www.novelsclubb.com

بچپن کی کوئی بات یادگار ہو یا نہ ہو لڑائیاں یادگار رہتی ہیں۔لڑائی نہ ہو تو بچپن کی ہر یاد مٹ جائے۔

"آجائیں۔" دروازے پر ہوتی ہلکی سی دستک پر اس نے مقابل کو اندر آنے کی دعوت دی۔ وہ انمول تھی۔ سلور ہیلز پہنے وہ ٹک ٹک چلتی اس کے شانوں کے برابر آکھڑی ہوئی۔

"کمرے کی سجاوٹ بہت خوبصورت ہے۔" اس نے دوپٹہ پشت کی جانب سے بازوؤں پر ڈال رکھا تھا۔

"آپ کا پسندیدہ رنگ۔۔ نیلا۔" اس کی نظریں کھڑکی پر ٹک گئیں۔ وہ بچپن میں اکثر وہاں کھڑے ہو کر دور گھروں کی چھتوں پر جھانکتا تھا۔

"خوش ہو؟" استفسار ہوا۔ یہ پہلی نارمل گفتگو تھی جو اس دن والے واقعے کے بعد ان کے درمیان ہو رہی تھی۔

"بہت۔" خوشی چہرے سے واضح ہو رہی تھی۔ انمول چند لمحے اسے دیکھتی رہی۔

پھر اس نے ملک کا بایاں ہاتھ اپنے دائیں ہاتھ میں تھاما۔یوں کہ پانچوں انگلیاں ملک کی انگلیوں کے ساتھ الجھ کر رہ گئیں۔ سر اس کے کندھے سے جوڑ دیا۔

"آئی ایم سوری۔"اور جب بولی تو اواز گلوگیر تھی۔ملک چونک گیا۔اس کا گرم ہاتھ انمول کے ٹھنڈے اور نرم ہاتھ میں تھا۔ کھڑکی پر ٹکی نظریں انمول کے سر پر آ ٹکی تھیں۔

"میری طرف سے بھی سوری۔مجھے اتنا زیادہ نہیں بولنا چاہیے تھا۔یہ بات یاد رکھنی چاہیے تھی کہ آپ میرا ماضی، حال اور مستقبل ہیں۔"اس نے انمول کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا۔وہ نم آنکھوں سے مسکرادی۔

"اتنی محبت کرتے ہو مجھ سے۔؟"آنکھوں میں شوخی تھی۔دل طمانیت سے بھر گیا تھا۔

www.novelsclubb.com

"ہاں۔کیونکہ میرے ماضی کی ایک حسین یاد اور میرے مستقبل کی بہترین ہمسفر ہیں آپ۔"انمول اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ہاتھ ابھی تک ملک نے تھام رکھا تھا۔

"اور حال میں کیا ہوں میں تمہارے لیے۔؟"ملک نے دھیرے سے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔

"ہر حال میں تو میری زندگی ہیں آپ۔میری تاریک دنیا میں اجالا بن کر آنے والی شمع اور میرے دل کے باغ میں پھوٹنے والا واحد گلاب ہیں آپ۔"انمول ملک کانوں کی لو تک سرخ ہوئی تھی۔دل میں تتلیاں پھدکنے لگی تھیں۔

"تھکتے نہیں ہو اظہار کر کر کے۔؟"دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ کر مصنوعی انداز میں اس کے سینے پر ماری تھیں۔

"جو تھک جائے وہ عاشق کیسا۔۔؟"دل موہ لینے والا انداز۔انمول کا دل کیا وہ یہاں سے غائب ہو جائے۔

"کبھی آپ بھی کچھ کہہ دیا کریں۔" خفگی سے آنکھیں گھمائیں۔انمول کی آنکھوں میں اچھنبا ابھرا۔

"کیا؟"

"اظہار محبت۔؟" وہ اس کی غزالی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔انمول کو اس کی سبز آنکھوں میں محبت کے سوا کچھ نظر نہیں آیا۔وہ دو قدم آگے بڑھی۔اس کے دونوں ہاتھ تھامے وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ان دونوں کے ارد گرد ایک طلسم سا طاری ہو گیا تھا۔

ملک کا دل زوروں سے دھڑکا۔وہ اظہار کرنے جا رہی تھی کیا؟اس نے بہت مرتبہ کہا تھا وہ اس سے محبت کرتی ہے لیکن مکمل اظہار کبھی نہیں کیا تھا۔

"میں انمول ملک آج اس بات کا اعت۔۔۔۔"

"بھائی۔" سارا طلسم چھناکے سے ٹوٹ گیا۔ جیا سکندر کی آواز نے ان دونوں کی محویت کو توڑا تھا۔ ملک نے چونک کر انمول کی قید سے اپنے ہاتھ آزاد کروائے پھر جیا کہ جانب متوجہ ہوا۔ وہ دروازے میں کھڑی تھی۔ شاید اس نے کچھ دیکھا یا سنا نہیں تھا۔

"ہمم۔۔ کیا ہوا؟" ملک حتی الامکان پر سکون ہوا۔ انمول کی نظریں بھی جیا پر تھیں۔

"بالاج بلا رہے ہیں آپ کو۔" جیا کی نظریں انمول پر تھیں۔ اسکین کرتی جانچتی ہوئی نظریں۔

www.novelsclubb.com

"یہ یہاں کیا کر رہی ہیں۔؟" اشارہ انمول کی جانب تھا۔ وہ جو باہر جانے لگا تھا۔ ٹھہر کر انمول کو دیکھا پھر جیا کو۔

"کام تھا انہیں۔" کہتا وہ چلا گیا۔ انمول بھی وہاں سے جانے لگی تھی۔ جب دروازے کے قریب کھڑی جیا کے الفاظ نے اسے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔

"میرے بھائی سے دور رہیں۔" وہ جھٹکے سے مڑی اور وہاں سے نکل گئی۔انمول نے حیرت سے اس سنکی لڑکی کی پشت کو گھورا جو اسے اس کے شوہر سے دور رہنے کا کہہ رہی تھی۔کیا اسے معلوم نہیں تھا؟اگر نہیں تو ملک نے اسے کیوں نہیں بتایا؟

ماہیر اور بالاج دونوں لاؤنج میں بیٹھے تھے۔باقی تمام لوگ شاید باہر تھے۔بچپن کی یادوں کو تازہ کیا جارہا تھا۔۔ جب جیا ٹرے میں ٹھنڈی کولڈ ڈرنک رکھے وہاں لائی۔ٹرے میز پر رکھی اور خود ایک صوفے پر جا بیٹھی۔اس کی سیدھ میں بالاج اور بالاج کے دائیں ہاتھ ایک صوفے پر ماہیر بیٹھا تھا یوں کہ ٹانگیں میز پر رکھی ہوئی تھیں۔کولڈ ڈرنک کو دیکھ کر احتراماً ٹانگیں سیدھی کر لیں۔

"کیا بات ہو رہی ہے۔؟"اس کا موڈ اچھا تھا۔بالاج نے شکر ادا کیا۔

"یہ جھوٹا اپنے نمبر بڑھا رہا ہے۔"ماہیر نے منہ کھولے اسے دیکھا۔جیا کو معاملہ نہیں معلوم تھا سو خاموش رہی اور دونوں کو دیکھتی رہی۔

"جھوٹ نہیں ایک دم سچ بول رہا ہوں میں۔ بچپن میں ٹیچر سے سب سے زیادہ مار تمہیں پڑی ہے۔ میں تو فیورٹ ہوا کرتا تھا ان کا۔" فرضی کالر جھاڑے۔ کیا مان تھا۔ آہ۔

"اچھا جی اور وہ جو ہر نئے دن تمہاری لڑائی کی شکایات گھر تک آتی تھیں ان کے بارے میں کیا کہو گے تم۔؟" اس نے ماہیر کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا۔ وہ بچپن میں ہر کسی سے الجھ پڑتا تھا اور شکایات لگانے میں ہمیشہ بالاج ہی پیش پیش ہوتا۔ ملک چند پل جواب ڈھونڈتا رہا۔ جیا مزے سے انہیں دیکھتی کولڈ ڈرنک پی رہی تھی۔ لیکن جواب نہ تھا۔

www.novelsclubb.com

"ایک سال ہی سہی بڑا ہوں تم سے 'آپ' کہہ کر پکارا کرو۔" جب کوئی بات نہ بن پائی تو رعب ڈالنے کو نیا بہانہ مل گیا۔

"اس میں میری تو کوئی غلطی نہیں ہے۔" شان بے نیازی سے کندھے اچکائے۔

"پھر کس کی ہے۔؟"

"میرے ماں باپ کی۔" دوبدو جواب آیا۔ جیا کی ہنسی اور ماہیر کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ وہ بھی ہنس دیا۔

"بچپن بھی کتنا خوبصورت ہوتا ہے نا بھائی۔" وہ ماہیر سے کہہ رہی تھی لیکن توجہ بالاج کی جانب تھی۔ جواب اپنا گلاس پکڑے ہوئے تھا۔

"بالکل۔" ملک نے اثبات میں سر ہلایا۔ کولڈ ڈرنک گرم ہو رہی تھی سو اس نے بھی اپنا گلاس اٹھا لیا۔

"بہت سی حسین یادیں جڑی ہوتی ہیں اس سے۔" کن اکھیوں سے بالاج کو دیکھا۔ اس کا دھیان جیا کی طرف ہی تھا۔

"جیسے کہ۔؟" ماہیر نے سوال اٹھایا۔ وہ اس بات سے متفق تھا۔

"آپ جانتے ہیں میں کیا مس کرتی ہوں۔؟"

"کیا۔؟" یہ پوچھ گچھ بالاج کی جانب سے ہوئی تھی۔

www.novelsclubb.com

"چاکلیٹس۔" وہ یاد کرتی مسکرائی۔اس نے دیکھا بالاج کے چہرے پر سایہ لہرایا تھا۔پھر ماہیر کو دیکھا اس کی آنکھوں میں نا سمجھی تھی۔جیا بولنا شروع ہوئی۔بالاج بھی ہمہ تن گوش ہوا۔

"بچپن میں کوئی تھا جو ہر روز مجھے چھٹی کے وقت ایک چاکلیٹ دیتا تھا۔خود نہیں آتا تھا لیکن بچوں کے ہاتھ پہنچاتا۔وہ بہت لذیذ ہوتی تھیں۔بہت زیادہ میں نے زندگی میں اس سے زیادہ مزے کی چاکلیٹ آج تک نہیں کھائی۔" بالاج کے چہرے کا رنگ فق ہوا۔وہ پہلو بدل کر رہ گیا۔جبکہ ماہیر چہرے پر دھیمی مسکان سجائے اسے سن رہا تھا۔ہاتھ سر تلے رکھے صوفے کی پشت سے ٹکائے۔

www.novelsclubb.com

"اور یہ موصوف ان کو اتنی جلن ہوتی کہ میری چاکلیٹ لے کر پھینک دیتے۔'یہ مت کھاؤ۔اس میں کچھ غلط ہو سکتا ہے۔کسی نے کچھ ملایا ہو گا۔'جیسے جملے کہتے۔یہ تو ہمیشہ کی طرح مجھ سے جیلس تھے۔" وہ آواز کو بھاری کیے نقل کر رہی تھی۔

بالاج پہلو پر پہلو بدل کر رہ گیا۔

"لیکن میں بھی جیا سکندر تھی اپنے نام کی ایک جب تک اسکول نہیں چھڑوایا گیا میں نے چاکلیٹس نہیں چھوڑیں (بالاج نامحسوس انداز میں اٹھ کھڑا ہوا۔) اور آپ کو پتا اس کے بعد سے میں نے چاکلیٹس کھانا چھوڑ دیا۔ چاکلیٹس تو بہت تھیں لیکن ذائقہ ان جیسا نہ تھا۔" بالاج لاؤنج کے دروازے کے قریب پہنچ چکا تھا۔ ہاتھ ڈور ناب پر رکھا تھا جب ماہیر کا جاندار قہقہہ گونجا۔

"آپ ہنس کیوں رہے ہیں۔؟ یہ دکھ کی بات تھی۔" جیا نے صدمے سے اسے دیکھا۔ جو پیٹ پر ہاتھ رکھے ہنستا جا رہا تھا۔ بالاج نے بھی اس جوکر کو پلٹ کر دیکھا۔ وہ ہنسی دبا رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"کیونکہ وہ چاکلیٹس تمہیں میں ہی تو بھیجتا تھا۔" ایک بار پھر سے قہقہہ۔

"واٹ!" جیا بھونچکا رہ گئی۔ آنکھیں استعجاب سے پھیل گئیں۔

"سالے۔۔" بالاج دروازے کا ہینڈل چھوڑتا اس کی جانب بڑھا تھا۔ دانتوں پر دانت جمائے۔

"جیا اس نے تمہارے بھائی کو گالی نکالی۔" بالاج کے تاثرات خونخوار تھے۔

"جی نہیں میرے شوہر نے آپ کا رشتہ بتلایا ہے۔" اس سے پہلے ماہیر وہاں سے اٹھ کر بھاگتا یا کوئی جوابی اقدام کرتا۔ بالاج نے اسے صوفے پر ہی جالیا۔ زوردار دو پنچ اس کے منہ اور پیٹ کی زینت بنائے تھے وہ بے چارہ افف تک نہیں کر سکا۔

اسے غصہ تھا اپنے بچپن کا غصہ۔ کیسے اس نے چھپ چھپ کر چاکلیٹس دینے والے کی جاسوسی کی تھی لیکن کچھ بن نہیں پایا تھا۔ وہ کتنا جلتا تھا جب کوئی جیا کو چاکلیٹس دیتا۔ اس کا بس چلتا تو وہ اسے چوہے کے بل سے بھی ڈھونڈ لیتا لیکن۔ آہ۔ چاکلیٹس دینے والا اس کا سگا بھائی تھا۔ افف۔

www.novelsclubb.com

کھانا لگ چکا تھا۔ ڈائننگ ٹیبل کی کرسیاں بھی بھر گئی تھیں۔ چمچوں کی پلیٹوں سے ٹکرانے کی آواز ماحول میں ارتعاش پیدا کر رہی تھی۔ مدھم ہوا سے اس کے بال اڑ رہے تھے۔ جنہیں وہ بار بار ایک ہاتھ سے سمیٹتی تو دوسرے سے کھانا کھانے لگتی۔

"اہم۔اہم۔" بالاج کے متوجہ کرنے پر وہ سب اس کی جانب متوجہ ہوئے تھے جس کا رخ معید سکندر اور ثانیہ بیگم کی جانب تھا۔اس کے سامنے بیٹھی بالوں سے الجھتی جیا کا دھیان بھی اس کی جانب گیا۔

"مجھے آپ لوگوں کو کچھ بتانا ہے۔" اس کے چہرے پر دلفریب مسکراہٹ تھی۔ منہا بھی غور سے سننے لگی۔

"کیا۔؟" یہ سخت آواز معید سکندر کی تھی جو اس نے ناراض تو نہیں لیکن غصہ ضرور تھے۔ بالاج نے جیا کی جانب دیکھا۔وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی جیسے سمجھنے کی سعی کر رہی ہو کہ وہ کیا کہنے والا ہے۔

www.novelsclubb.com

"آپ دونوں دادا دادی بننے والے ہیں۔" معید سکندر اور ثانیہ بیگم کی جانب دیکھ کر کہا۔جیا سر جھکا گئی۔گال سرخ ہوئے تھے۔

"رئیلی۔؟" یہ چیخ منہا سکندر کی تھی جو جیا کے دائیں جانب بیٹھی ہوئی تھی۔

"ارے ماشاءاللہ۔بہت بہت مبارک تم دونوں کو۔"ثانیہ بیگم کی تو جیسے دلی مراد بھر آئی تھی۔اور پھر یکے بعد دیگرے سب نے انہیں مبارک باد دی تھی۔جیا کا بس چلتا وہ وہاں سے اڑ کر کہیں چلی جاتی۔

کھانے کے اختتام پر معید سکندر کی آواز ابھری۔

"جیا تم ہمارے ساتھ چلو گی کوئی ضرورت نہیں ہے یہاں رہنے کی۔"انہوں نے کہا اور بالاج کی تو مانو خواہش پوری ہو گئی تھی۔

"لیکن۔"اس نے کچھ کہنا چاہا۔

"کوئی لیکن ویکن کچھ نہیں اب ہم تمہیں اکیلا نہیں رہنے دیں گے۔تمہیں ہمارے ساتھ چلنا ہو گا۔"یہ آواز ثانیہ بیگم کی تھی۔وہ مسکرا دی۔

"مما۔بابا۔میں کچھ دن اکیلے رہنا چاہتی ہوں۔کچھ مزید وقت اپنے بھائی کے ساتھ سپینڈ کرنا چاہتی ہوں۔پلیز" بالاج کا موڈ آف ہونے لگا تھا۔

"ٹھیک ہے نا بابا۔چند دن اور رہ لینے دیں اسے۔میں وعدہ کرتا ہوں میں جیا کا خیال رکھوں گا۔"کسی کے کچھ کہنے سے پہلے ہی ماہیر بول اٹھا تھا۔معید سکندر نے سر اثبات میں ہلاتے اسے اجازت دی تھی۔وہ خوش ہو گئی۔ادھر ہی بالاج کے چہرے پر بارہ بج چکے تھے۔

کھانے کے بعد کا دور چائے کا چلا تھا۔رات آہستہ آہستہ بڑھ رہی تھی اور وہ سب صوفوں پر بیٹھے چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔اب کہ سب کی جگہ بدل گئی تھی۔بسمہ جیا کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔اور انمول ماہیر کے ساتھ۔

"آپ بھائی کے ساتھ ہوتی ہیں۔؟"جیا اس سے پوچھ رہی تھی۔بسمہ نے اچھنبے سے اسے دیکھتے سر ہلا دیا۔

"ایج کیا ہے آپ کی؟اسٹڈی کہاں تک کی ہے۔؟"مزید استفسار۔

"اکیس سال کی ہوں۔ گریجویشن چل رہی ہے۔لاسٹ سیمسٹر باقی ہے۔"اس کی بات پر سوچ میں ڈوبی جیا سکندر نے سر کو خم دیا۔بسمہ کو اپنے ارد گرد خطرے کی گھنٹیاں بجتی محسوس ہوئی تھیں۔

"شادی ہو گئی آپ کی؟ یا منگنی، کمٹمنٹ کچھ بھی؟"عجیب سوال تھے یا سوال پوچھنے والی۔اب کی بار بسمہ نے سر دائیں بائیں ہلا دیا۔جیا'اچھا' کہتے ہوئے ہنس دی تھی۔

کیوں؟

"کیوں نا اس خوشی کے موقع پر ایک یادگار گانا ہو جائے۔"کہنے والا ماہیر سکندر تھا۔وہ مسکراتی آنکھوں سے بالاج کو دیکھ رہا تھا۔جو صوفے پر بیٹھا دائیں ٹانگ اضطراب سے جھلا رہا تھا۔

"وہ تو ہو جائے لیکن گانا گائے گا کون؟"انمول نے لب کھولے۔تینوں بڑوں نے بھی انہیں دیکھا تھا۔

"بالاج۔" ماہیر کی آواز پر اس کی حرکت رک گئی۔ سخت نگاہیں ملک پر جم گئیں۔ جو ملازم کو ہدایت دیتا اپنے کمرے سے گٹار منگوا رہا تھا۔

"ایسے کیوں دیکھ رہے ہو جیسے کچا چبا جاؤ گے۔؟ بچپن میں بھی تو گاتے تھے نا تم۔" ملک جھلا گیا۔ بالاج نے خفگی سے چہرہ موڑا۔ بچپن مختلف تھا اب حالات بدل گئے تھے۔

"اچھا چلو کوئی ایک گانا ہی سنا دو۔ زیادہ کی فرمائشیں نہیں کریں گے ہم" جیا حیرت سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے آج تک بالاج کو گانا گاتے نہیں سنا تھا۔ کیا واقعی وہ بچپن میں اتنا مختلف تھا۔

www.novelsclubb.com

"میں گانا نہیں گاؤں گا۔" چبا چبا کر وہ بولا۔ جیا کو اس کی حالت پر ترس آ رہا تھا جو سب کی موجودگی میں خود پر قابو کیے ہوئے تھا ورنہ اب تک ملک کی ناک سلامت نہیں ہوتی۔

"میرے لیے بھی نہیں۔" مومن نے ماہیر کو دیکھا۔ایک خیال سا اس کے ذہن میں بننے لگا تھا۔

"نہیں۔" جواب کھٹاک سے آیا تھا۔

"اچھا۔ چلو یہ واپس رکھ دو۔" ماہیر نے ملازم کو اشارہ کیا۔

"رکیں۔" بسمہ کی آواز کافی اونچی تھی۔سب کی نظریں اس پر جا ٹھہریں۔

"مم۔مومن گانا گائے گا۔" بسمہ کی بات پر مومن کو کرنٹ سا لگا تھا۔وہ اب آرام سے بیٹھ چکی تھی۔سب اسے ہی دیکھنے لگے تھے۔وہ گھبرا گیا۔پھر ماہیر کی جانب دیکھا۔اور گٹار تھام لیا۔

"کان بند کر لیں۔" ملک نے انمول کے کان میں سرگوشی کی۔

"کیوں؟ سننے تو دو۔وہ اچھا گاتا ہو گا۔" اس نے ملک کو خاموش کروایا۔

"وہ اچھا گاتا ہے یا نہیں لیکن۔"

www.novelsclubb.com

"لیکن؟"

"مجھے آپ کے کانوں کا خیال ہے۔" ہنستے ہوئے مومن کو دیکھا۔جواب وہاں رکھے جانے والے اونچے اسٹول پر بیٹھ چکا تھا۔

"ملک۔" تنبیہہ کی۔وہ جانتی تھی ملک مذاق کر رہا ہے۔

ایک دم سے ہر طرف خاموشی چھا گئی۔مومن نے گٹار صحیح سے پکڑا۔بسمہ کی نظریں اسی پر تھیں۔اس نے مومن ابراہیم کے کمرے میں گٹار دیکھا تھا۔شاید وہ کبھی کبھار گاتا تھا۔اسی لیے بول گئی تھی۔

مومن کی انگلیوں نے دھیرے سے گٹار کی تاروں پر حرکت کی۔مدھم سی گونج نے کسی کے دل کی تاروں کو بھی چھیڑ دیا تھا۔

"یہ گانا اسپیشل میرے بھائی کے لیے۔"مومن نے اپنی نظریں ماہیر پر ٹکا دی تھیں۔اس نے سر کے خم سے اس کا شکریہ ادا کیا۔ہر سننے والا گانے کے بول کا منتظر تھا۔

وہ چند سیکنڈ گٹار کی تاروں سے انگلیاں الجھائے ماحول میں سر بکھیر تا رہا۔

ہاں یاد ہے،وہ دوستی کا ہر مزا

محبتیں،وہ رونقیں وہ مستیاں

www.novelsclubb.com

مدھر آواز،لہجے میں بے پناہ محبت اور عقیدت۔ملک کے ذہن میں وہ دن چھا گیا جب اس نے سات سالہ مومن ابراہیم کو دیکھا تھا۔اس مومن اور آج کے مومن ابراہیم میں فرق تھا۔

بسمہ شارق کے لبوں پر دھیمی سی مسکراہٹ آن ٹھہری تھی۔

لگا کے شرط وہ زندگی کی پھر کوئی

جو وعدے کر لیے نہ ہوں گے ہم جدا کبھی

ہر کوئی جیسے اس کی آواز کے سحر میں کھو رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

جو وعدے کر لیے نہ ہوں گے ہم جدا کبھی

ملک مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا۔دل سے کبھی جدا نہ ہونے کی دعا نکلی تھی۔مومن اس کا دوست نہیں تھا بلکہ اس کا کل اثاثہ تھا۔وہ شخص اس کی پوری زندگی کے

گزرے ماہ و سال کی جمع پونجی تھا۔ کوئی مومن ابراہیم کو ملک سے جدا کر کے تو دکھائے۔

او میرے یارا تیری یاریاں

دل کی سدا

صوفیہ ابراہیم کی آنکھوں میں نمی تھی۔ وہ ملک کے اس احسان کا بوجھ کبھی نہیں اتار سکتی تھیں۔ تمام نفوس اپنے اپنے خیالوں میں گم تھے۔

گانے کے بول کہنے والا سر جھکائے ہوئے تھا۔ گٹار کی دھن جیسے کسی ماہر کے ہاتھ میں تھی۔

www.novelsclubb.com

میری خوشیاں تو ساریاں

ہوں گے نہ جدا

مومن نے سر اُٹھائے ملک کی آنکھوں میں دیکھا تھا۔ گہری بھوری آنکھیں سبز آنکھوں سے ٹکرائیں۔ ملک کا دل دھک سے رہ گیا۔ مومن ابراہیم کی آنکھیں نم تھیں۔ وہ نمی دوستی کے تقاضے کی تھی۔ کبھی بیچ راستے نہ چھوڑ جانے والے دکھ کی تھی۔ کوئی مومن ابراہیم کو بتاتا کہ ملک نے اس سے وعدہ کیا تھا ساری عمر دوستی نبھانے کا، محبت کا، ساتھ کا، وفاداری کا۔ اور ملک کبھی اپنا وعدہ بھولتا یا توڑتا نہیں۔

دل کا دل سے ہوا ہے عہد وفا

مومن کا سر اب اٹھا ہوا تھا۔ نگاہیں ملک کی نرم نگاہوں سے چھیڑ خانی کر رہی تھیں۔

بسمہ شارق کے چہرے پر اداس مسکراہٹ کا بکھیرا تھا تو وہیں ان کی دوستی بالاج سکندر کی آنکھوں کو نم کر گئی۔ وہ دونوں ایک دوسرے میں ایسے کھوئے ہوئے تھے جیسے عاشق اپنی معشوقہ سے اظہارِ محبت کر رہا ہو۔

دوست وفادار ہوں تو آپ سے بڑھ کر خوش قسمت کوئی نہیں ہوتا۔

www.novelsclubb.com

دل کا دل سے ہوا ہے عہد وفا

گانے کا اختتام ہوا۔ ملک نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس کی آواز اور محبت میں ڈوبے لہجے کو اندر تک محسوس کیا۔ پھر آنکھیں کھولیں تو وہ اس کے سامنے کھڑا تھا۔ ملک نے اپنی جگہ سے اٹھتے زور سے اسے گلے لگایا۔

"آئی ایم نتھنگ ود آؤٹ مومن ابراہیم۔" وہ اسے خود میں بھینچے بولا تھا۔ وہاں بیٹھے تمام افراد کی آنکھیں نم تھیں۔

ان کی دوستی ایک طویل سفر تھی جس کی کوئی منزل، کوئی کنارہ نہیں تھا۔ مثالی دوستیاں کبھی ختم نہیں ہوتیں۔ ان کا یارانہ بھی ازل تا ابد تک آباد رہنا تھا۔

ہر کوئی جیسے کسی ٹرانس سے باہر آیا تھا۔ بسمہ شارق کا دل سینے میں سر پٹکنے لگا تھا۔ وہ ساکت تھی۔ مومن ابراہیم کی آواز بہت خوبصورت تھی۔ وہ تادیر اس کی آواز کے سحر میں کھوئی رہی۔ رات آہستہ آہستہ بیتنے لگی تھی۔ اور آج کی دعوت کا اختتام ہونے کو تھا۔ دی اینڈ۔

وہ اپنے کمرے میں کھڑی کانوں میں پہنے آویزے اتار رہی تھی۔جب ملک کسی چیز کی تلاش میں ادھر آیا۔اس نے ٹاپس کی ہک بند کرتے اسے دیکھا۔

"کچھ چاہیے تمہیں۔؟"لہجہ نارمل تھا۔

"ہاں وہ میرا موبائل نہیں مل رہا۔"ملک نے سر کھجاتے ادھر ادھر دیکھا۔

"یہ رہا۔تم نے کھانے کی ٹیبل پر چھوڑ دیا تھا۔"ڈریسنگ ٹیبل پر رکھے اپنے پرس میں سے انمول نے موبائل نکال کر ملک کی جانب بڑھایا۔

"اوہ شکریہ۔میں تو پریشان ہو گیا تھا۔"اس نے انمول سے موبائل لے لیا۔وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"کیا ہوا؟"ملک نے اسے خاموش پاتے استفسار کیا۔انگلیاں موبائل کی اسکرین پر حرکت کر رہی تھیں۔

"جیا کو بتادو۔ چھپانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔" انمول کی بات پر اس کی سٹی گم ہوئی۔ لب دبائے انمول کو دیکھا جواب واپس آئینے میں اپنا عکس دیکھتے بالوں سے ہیئر پن نکال رہی تھی۔ جوڑے کی مانند بندھے بال ایک دم سے آبشار کی طرح پشت پر بکھر گئے۔

"میں اس کا مان نہیں توڑنا چاہتا تھا۔ اگر اسے پتا چلا کہ میں نکاح کر چکا ہوں تو اسے تکلیف ہو گی۔" بے تکی بات تھی اس کی۔

"پھر کیا ہو گا ملک۔؟ وہ خود بھی تو شادی کر چکی ہے نا؟ کیا تمہارا شکوہ نہیں بنتا؟ بچوں کی سی باتیں کرتے ہو تم بھی۔ بعد میں بھی تو پتا چلنا ہے سو ابھی سہی۔" ملک نے سر کو خم دیا۔

"اوکے میں بتادوں گا اسے پرامس۔ لیکن آپ کو کیا بات پریشان کر رہی ہے؟" انمول کے چہرے کی جوت مزید بجھ گئی۔ یہ وہ چہرہ نہیں تھا جو وہ لے کر گئی تھی۔ ملک نے اس کا کندھا جھنجھوڑا۔ وہ چونک گئی۔

"وہ جیا۔ تمہاری بہن۔ بسمہ میں دلچسپی لے رہی تھی۔" اپنی خفت مٹاتے ادھر ادھر دیکھتے اس نے بات مکمل کی۔ ملک حیرت سے اسے دیکھتا رہ گیا۔

"رئیلی انمول۔" وہ ہنس دیا۔ انمول نے غصے سے اسے گھورا۔

"اور آپ کو لگا وہ یہ سب میری وجہ سے کر رہی ہے۔ آپ کو لگتا ہے میں ایسا ہونے دوں گا۔؟" انمول نے معصومیت سے اسے دیکھا۔

"ہاں۔ اور تمہارا کیا ہے۔ مان رکھنے کو اس سے ہمارا رشتہ چھپا لیا۔ مان رکھنے کو ہی شادی بھی کر لو گے۔" طنز نہیں تھا۔ بس لہجہ اکھڑ تھا۔

"آپ کو نہیں لگتا یہ آئیڈیا اتنا بھی برا۔۔" اس کی بات مکمل نہیں ہوئی تھی۔ جب انمول نے ہیئر برش اس کے سینے پر مارا۔

"سوچ کر دکھاؤ کسی اور کے بارے میں۔" وہ انگلی اٹھائے وارن کر رہی تھی۔ ملک اسے دیکھے گیا۔

"ہائے کیا کریں یہ دل کچھ سوچتا ہی نہیں آپ کے سوا۔" وہ فریفتگی سے بولا تھا۔ اس کے گال تپ اٹھے۔

"چلو۔ نکلو یہاں سے زیادہ فری ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" انمول نے اسے باہر کا راستہ دکھایا لیکن وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔

"آپ زندگی ہیں میری۔ یوں پریشان مت ہوا کریں۔" انمول کے گال دہک رہے ملک مزید کچھ کہنے والا تھا۔

"نکلو۔" جب انمول نے اسے کمرے سے باہر دھکیلا۔

"یار یہ زیادتی ہے۔" دروازہ بند کرتے اسے ملک کی ہانک سنائی دی تھی۔ وہ دل تھام گئی۔ جو آج معمول سے زیادہ دھڑک رہا تھا۔

رات ڈھل چکی تھی۔دن چڑھ آیا تھا۔وہ ہاسٹل میں موجود اپنے اور فریال کے کمرے میں تھی۔فریال اپنے بستر میں دبک کر بیٹھی اسے سن رہی تھی۔

"میں کیا کروں فری۔وہ شخص میرے حواسوں پر چھا رہا ہے۔"وہ اسے اول تا آخر سب بتا رہی تھی۔لہجے میں بے بسی تھی۔

"وہ شخص مومن ابراہیم ہے کسی کو بھی اپنے سحر میں جکڑ سکتا ہے۔تم نے دیکھا ان کی پرسنیلٹی کتنی آؤٹ کلاس۔۔"

"اوہ فو۔فری میں اس وقت تمہاری اس کے لیے پرستش نہیں سن سکتی۔"بسمہ نے تیزی سے اس کی بات کاٹی۔فریال نے اپنا منہ بند کر لیا۔پھر آنکھوں میں غصہ ابھرا۔

"تو پھر بھلا دو انہیں۔"غصے سے اپنا موبائل پکڑے سیدھی ہو بیٹھی۔ناک پھول گئی تھی۔

"بھلا دوں؟ کیا کسی کو بھلانا اتنا آسان ہو سکتا ہے جتنی آسانی سے تم نے یہ بات کہی ہے۔ کوئی مومن ابراہیم کو بھی بھول سکتا ہے۔؟" وہ جیسے خلا میں بات کر رہی تھی۔ فریال کو چڑ چڑھی۔

"یار تم چاہتی کیا ہو۔؟ نہ بھلانا چاہتی ہو نہ سیدھا سیدھا اعتراف کرنا چاہتی ہو۔" بسمہ نے اسے دیکھا۔

"اسے بھلانا میرے بس میں نہیں ہے اور اعتراف کی ہمت میں نہیں رکھتی۔ اسے سب پتا ہے لیکن پھر بھی انجان بنا پھرتا ہے۔" عجیب عاجزی پن تھا۔ وہ تو کبھی اس کیفیت کا شکار نہیں ہوئی تھی تو پھر آج کیوں؟ کیوں آج وہ اس شخص سے ہار رہی تھی۔؟

"تمہیں ان سے محبت ہے؟" فریال نے یقین چاہا۔

www.novelsclubb.com

"کتنی دفعہ بتاؤ ہے محبت۔ محبت، عشق یا دیوانگی جو مرضی سمجھ لو لیکن وہ شخص میرے جذبات لے گیا ہے فریال۔" بسمہ رو دینے کو تھی۔ وہ بے بس ہو رہی تھی اور ادھر مومن ابراہیم اسے منہ تک نہیں لگا رہا تھا۔

"میں چاہتی ہوں کہ۔۔" موبائل کی رنگ ٹون نے اس کا سلسلہ کلام توڑا۔ اس نے فریال کو دیکھتے موبائل کان سے لگایا۔

"السلام علیکم کون؟" گو کہ نمبر انجانہ تھا اس لیے استفسار کیا۔ دوسری جانب سے رندھے ہوئے لہجے میں کچھ کہا گیا تھا۔ بسمہ کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

فریال نے اسے کیا کب کیسے جیسے سوال پوچھتے دیکھا پھر اس نے بسمہ کو تیزی سے بیڈ سے اتر کر جوتے کی تلاش میں دیکھا۔

"میں آ رہی ہوں۔" ضبط سے کہتے موبائل کان سے ہٹایا۔ دوپٹے کی تلاش میں نگاہ ادھر ادھر دوڑائی۔

"کہاں جا رہی ہو تم؟" بسمہ کے پیروں کو بریک لگی۔ دوپٹہ گلے میں ڈال لیا تھا۔

"با۔ با۔" وہ اٹک اٹک کر بولی۔ دل ہول رہا تھا۔ آنکھوں سے آنسو بہنے کو بے تاب تھے۔ وہ بیگ اٹھاتی باہر نکل گئی۔

اسے فون آیا۔ دوسری طرف شارق کبیر کا سیکرٹری حماد تھا۔ وہ افسوس سے اسے بتا رہا تھا کہ شارق کبیر کو ہارٹ اٹیک آیا ہے اور وہ اس وقت ہاسپٹل میں ہے۔ وہ کسی کو بتائے بغیر ہاسٹل سے سیدھا ہاسپٹل پہنچی تھی۔ وہ اسلام آباد کا ایک نجی اور چھوٹا ہسپتال تھا۔ شام ہونے کو آئی تھی جب وہ ہاسپٹل کے اندر داخل ہوئی۔ دیوانہ وار بھاگتے ہوئے وہ ریسیپشن ڈیسک کی جانب بڑھی۔ نام بتایا اور اس سے پہلے کہ ریسیپشنسٹ کی بات مکمل ہوتی وہ بتائے جانے والے فلور کی جانب بھاگی۔ لفٹ آنے میں دیر ہو جاتی اس نے سیڑھیوں سے جانا بہتر سمجھا۔

وہ فرسٹ فلور اس کے بعد دوسرے اور پھر تیسرے اور سب سے آخری فلور پر واقعہ روم نمبر ۲۲ کی تلاش میں تھی۔ جو اسے راہداری میں تھوڑا آگے جا کر دائیں جانب مل گیا۔ ناب گھماتے اس کے ہاتھ ایک پل کو لرزے تھے لیکن وہ بیٹی تھی۔ باپ سے نفرت ایک طرف لیکن وہ خبر سن کر اس کا دل کانپ گیا تھا۔ اس نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوئی۔ بسمہ شارق کا دل دھک سے رہ گیا۔ اسے لگا ہاسپٹل کی پوری عمارت اس پر آن گری ہو اور وہ اس کے ملبے تلے کہیں نیچے دب کر رہ گئی ہو۔

اس نے پلکیں جھپکیں۔ لیکن اس کمرے میں کوئی نہ تھا۔ نفاست سے رکھا ہاسپٹل بیڈ سفید بیڈ شیٹ اوڑھے پڑا تھا۔ ہر چیز اپنی جگہ پر تھی۔ جیسے اس کمرے میں کوئی آیا تک نہ ہو۔ اس کا دل دھڑ کنا رک گیا۔ کندھے پر پہنی بیگ کی اسٹرپ پر گرفت مضبوط ہوئی۔ وہ آگے بڑھی۔ ہاسپٹل کے پرائیویٹ روم کے باتھ روم کا دروازہ

www.novelsclubb.com

دھکیلا لیکن وہ بھی خالی تھا۔ کہیں وہ کسی غلط کمرے میں آگئی تھی شاید۔ وہ بھاگ کر دروازے کے قریب گئی لیکن وہ بند ہو چکا تھا۔

"یااللہ۔" وہ دونوں ہاتھ منہ پر رکھتی چیخ اٹھی۔ چہرہ ادھر ادھر گھمایا۔ وہاں کوئی نہ تھا۔ لیکن کچھ غیر معمولی سا تھا فضا میں جو اس کا دل بوجھل کرنے لگا۔

وہ عجیب سی بدبو تھی جو اس کے ناک کے نتھنوں سے ٹکرانے لگی۔ اس کے گلے میں خراش پیدا ہونے لگی تھی۔

"کوئی ہے۔؟ پلیز ہیلپ می۔؟" وہ چیخی۔ پھر کھانسی کا شدید دورا پڑا۔ کمرے میں کوئی شے تھی جو پھیلتی جا رہی تھی۔ اس سے مزید کھڑا نہیں ہوا گیا۔ معدہ تک جلنے لگا تھا۔ جسم کپکپا رہا تھا۔ آنکھوں میں سرخی دوڑ رہی تھی۔ اب کہ اس سے کچھ دیکھا بھی نہیں گیا۔ وہ ایک دم سفید ٹائلوں والے فرش پر گری تھی۔ ہتھیلیاں زمین پر ٹکائے اس نے ابکائی کرنے کی کوشش کی۔ لیکن دماغ پھٹ رہا تھا۔ اس کی ہر حرکت مفلوج ہوتی گئی۔ پھر اس نے باہر شور وغل سنا۔

" I'll not spare you all "کوئی باہر زور سے چیخا تھا۔آخری چند الفاظ جو اس نے سنے پھر وہ ہوش و حواس سے بے گانہ ہوتی گئی۔آس پاس کی دنیا ساکت ہو گئی تھی۔اس کے دل کی طرح۔

اس شام جب وہ اپارٹمنٹ میں داخل ہوا تو شام کے سائے پھیل رہے تھے۔ اپارٹمنٹ کا دروازہ لاک نہیں تھا۔اسے تعجب ہوا۔انمول ہمیشہ دروازہ لاک رکھتی تھیں۔تو پھر آج کیوں؟

وہ آگے بڑھا۔راہداری میں چلتا گیا۔وہاں ایک گلدان گرا ہوا تھا۔اس نے اٹھایا اور اسے پاس رکھے کارنر ٹیبل پر واپس رکھ دیا شاید غلطی یا ہوا سے گر گیا تھا۔

راہداری عبور کرتے اسے معلوم تھا کیا ہو گا۔انمول ہمیشہ کی طرح اس کا انتظار کرتے صوفے پر بیٹھی ہو گی یا پھر کچن میں کھڑی شام کے کھانے کی تیاری کر رہی ہو گی۔وہ کھانے کی پابند ہو گئی تھی البتہ صفائی وغیرہ کیلیے ملازمہ کا انتظام تھا۔انمول

اپنے ہاتھوں سے ہمیشہ وہی کھانا بناتی جو ملک کو پسند ہوتا۔وہ مسکرا دیا۔شاید وہ 'شوہر کے دل کا راستہ پیٹ سے ہو کر جاتا ہے' والی بات پر یقین رکھتی تھی۔

لیکن۔لاؤنج خالی تھا۔بالکل ویسا جیسا وہ صبح چھوڑ کر گیا تھا۔اس نے کچن کی جانب قدم بڑھائے۔وہاں بھی کوئی نہ تھا۔شاید وہ کمرے میں تھی۔اس نے گہری سانس بھری۔پھر فریج سے پانی کی بوتل نکال کر پانی پیا۔نظر انمول کے کمرے کے دروازے کی جانب اٹھی۔بتی بجھی ہوئی تھی اور دروازہ نیم وا تھا۔اس نے بوتل وہی چھوڑے قدم اس کے کمرے کی جانب بڑھا دیے۔کہیں ان کی طبیعت تو خراب نہیں۔؟

www.novelsclubb.com

"انمول۔"سوئچ بورڈ پر ہاتھ مارتے بتیاں روشن کی لیکن۔۔وہاں کچھ نہ تھا سب کچھ سلیقے سے سیٹ تھا۔جیسے انمول آج کمرے میں آئی ہی نہ ہوں۔اسے غصہ آنے لگا۔کہاں تھی یہ لڑکی؟

وہ اپنے کمرے میں گیا اور پھر یکے بعد دیگرے تمام کمروں کی تلاشی لی لیکن وہاں انمول تو کیا انمول کی خوشبو تک نہ تھی۔ تمام کمروں کے دروازے کھلے تھے اور بتیاں روشن۔ اس کے ماتھے پر پسینہ چمکا۔ ان کا اپارٹمنٹ عمارت کے سب سے اوپری حصے میں تھا۔ یعنی اوپر چھت تھی۔ دائیں جانب موجود راہداری سے سیڑھیاں اوپر کی جانب جاتی تھیں۔ شام کا منظر بہت خوبصورت نظر آتا تھا کہیں وہ اوپر تو نہیں۔۔

ملک بھاگ کر سیڑھیوں تک آیا۔ جیب میں رکھا موبائل تھرتھرایا۔ ہاتھوں میں تھامی کیز ایک جانب پھینکتے اس نے موبائل نکالا۔

www.novelsclubb.com

"جگر کالنگ۔" لکھا ہوا جگمگا رہا تھا۔ فون کان سے لگایا۔ دھپ دھپ جلدی سے سیڑھیاں چڑھنے لگا جب۔

"جیا کہاں ہے ماہیر؟" پرسکون آواز ٹھہرا ہوا لہجہ اور ماہیر سکندر کو لگا کسی نے اس کے دل پر پیر رکھ دیا ہو۔ وہ پانچویں اسٹیپ پر ریلنگ پکڑے کھڑا رہ گیا۔ آس پاس

کی دنیا منجمند ہو گئی۔ سیارے اپنے مدار میں تھم گئے تھے۔ اسے لگا۔ زمین بھی کہیں رک گئی ہو۔ کسی ایسی جگہ جہاں صرف سورج کی تپش اور حبس ہو۔

"کک۔ کیا کہا۔؟" اسے اپنی آواز کھائی سے آتی محسوس ہوئی۔

"جیا کا نمبر بند جا رہا ہے۔ حویلی میں کال کی ہے وہ وہاں نہیں ہے۔" بالاج کے الفاظ تھے یا پگھلا ہوا سیسہ جو اس کی سماعت میں اتارے گئے۔ پس منظر میں موبائل کی زوں زوں سنائی دی۔ وہ چکرا کر رہ گیا۔ بدوقت وہ پلٹا۔ پیر جم گئے۔ وہ ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا پایا۔ انمول کا موبائل داخلی دروازے کے ساتھ اوندھے منہ گرا پڑا تھا۔

www.novelsclubb.com

"میری بیوی کہاں ہے ماہیر۔؟ تم نے اس کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا۔" بالاج کی بے بسی بھری آواز۔ انمول کا بار بار بجتا موبائل۔ ساری دنیا اس کی آنکھوں کے سامنے گھوم گئی۔ اس کے ہاتھوں سے موبائل چھوٹا اور زینوں سے ہوتا انمول کے موبائل کے ساتھ جا گرا۔

"ان۔انمول۔"لب ہلے۔آواز نہیں نکلی۔آنکھیں ساکت تھیں۔دل رک گیا۔

وہ بالاج سے پوچھنا چاہتا تھا کہ میری بیوی کہاں ہے؟لیکن پہلے اسے اس کے سوال کا جواب دینا تھا۔

ماہیر سکندر کی دنیا لٹ گئی تھی۔چند گھنٹوں کی دوری تھی تو سب تباہ ہو گیا۔اسے لگا کوئی آہستہ آہستہ اس کی سانسیں چھین رہا ہو۔

وہ عورت اس کی زندگی تھی اگر جو کسی نے اس سے اس کی زندگی چھین لی؟

﴿جاری ہے﴾

www.novelsclubb.com